SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, February 21, 1993.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at ninteen minutes after five of the clock in the evening, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یایھاالذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم
لعلکم تتقون o ایا مامعدودات فمن کان منکم مریضا او علی سفر
فعدۃ من ایام اخر و علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن
تطوع خیرا فھو خیر لہ و ان تصوموا خیرلکم ان کنتم تعلمونo

ترجمہ : اے ایمان والا! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے کہ ان پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے (اور ایسا کرنا خود تمہاری بھلائی اور بہبودی کے لئے ہے) تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ (متقی بن جاؤ اپنے حیوانی جذبات پر غلبہ پا جاؤ ان کے حاکم بن جاؤ ان کی محکوی سے نکل جاؤ) یہ (روزے) گنتی کے چند دن ہیں (کوئی بڑی بات نہیں) پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہویا سفر میں ہو تو اور دونوں میں ان کا شمار پورا کر لے(ان قضا روزوں کی تکمیل کسی اور مہینہ میں کر لے) اور جو لوگ اسے بڑی مشکل سے برداشت کر سکیں ان کے ذمہ فدیہ ہے (یعنی) ایک مسکین کا کھانا اور جو شوق سے نیکی کرنے (ہمت کر کے روزہ رکھ

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, February 21, 1993.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at ninteen minutes after five of the clock in the evening, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یایھاالذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم
لعلکم تتقون o ایا مامعدودات فمن کان منکم مریضا او علی سفر
فعدۃ من ایام اخر و علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن
تطوع خیرا فھو خیر لہ و ان تصوموا خیرلکم ان کنتم تعلمونo

ترجمہ : اے ایمان والا! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے کہ ان پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے (اور ایسا کرنا خود تمہاری بھلائی اور بہبودی کے لئے ہے) تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ (متقی بن جاؤ اپنے حیوانی جذبات پر غلبہ پا جاؤ ان کے حاکم بن جاؤ ان کی محکوی سے نکل جاؤ) یہ (روزے) گنتی کے چند دن ہیں (کوئی بڑی بات نہیں) پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہویا سفر میں ہو تو اور دونوں میں ان کا شمار پورا کر لے(ان قضا روزوں کی تکمیل کسی اور مہینہ میں کر لے) اور جو لوگ اسے بڑی مشکل سے برداشت کر سکیں ان کے ذمہ فدیہ ہے (یعنی) ایک مسکین کا کھانا اور جو شوق سے نیکی کرے (ہمت کر کے روزہ رکھ

لے یا زیادہ محتاجوں کو کھلائے یا کچھ اور خیر و خیرات کرے) تو ا سکے لئے اور بھی اچھا ہے اور اگر تم سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

(سورۃ البقرۃ آیت 183 تا 184)

LEAVE OF ABSENCE

Madam Deputy Chairman : Leave of Applications.

خواجہ حمید الدین سیالوی صاحب نے ناگزیر وجوہات کی بنا پر مورخہ 18 فروری سے 21 فروری کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب زاہد اختر نے ذاتی وجوہ کی بنا پر مورخہ 18 تا 23 فروری کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: چوہدری شجاعت حسین، وزیر داخلہ نے اطلاع دی ہے کہ وہ آج اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ جناب انور سیف اللہ خان صاحب، وزیر برائے ماحولیات و شہری امور وزیراعظم صاحب کے ہمراہ کراچی تشریف لے گئے ہیں اس لئے آج اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ سردار یعقوب ناصر، وزیر برائے ریاستیں و قبائلی علاقہ جات نے اطلاع دی ہے کہ وہ مورخہ 21 اور 22 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ رانا نذیر احمد خان، ضروری کام کے سلسلے میں لاہور تشریف لے گئے ہیں اس لئے آج وہ اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

جناب محمد علی خان ہوتی صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

Muhammad Ali Khan: with your permission I would like

to move the condolence resolution.

OBITURAY

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب محمد علی خان ہوتی صاحب۔

Muhammad Ali Khan: This House places on record its sense of extreme sorrow and profound grief at the sad demise of Mian Muhammad Saeed Qureshi, a former Member of the Senate. Mian Muhammad Saeed Qureshi remained Chairman of the District Council, Sargodha from 1948 to 1984. He had also been a Member of the National Assembly from 1951 to 58 and a Member of the Majlis-e-Shoorah from 1982 to 1984. H was elected to the Senate in 1985 and remained a Member till 1991. We pray to Almighty Allah to shower all his blessings on the departed soul and give courage to the bereaved family to bear this irreparable loss with fortitude. A copy of this resolution may be sent to the members of the bereaved family

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب پیر برکات صاحب آپ فاتحہ فرما دیں۔

(فاتحہ خوانی کی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب طارق چوہدری صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب محمد طارق چوہدری: محترمہ! میں پوائنٹ آف پریویلج پر بات کر رہا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: پوائنٹ آف پریویلج۔ آپ اسے proper طریقے سے move کیوں نہیں کر رہے۔

جناب محمد طارق چوہدری: نہیں جی وہ، میرا خیال ہے کہ مناسب نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ کا ایک پریولج موشن تو ہے پھر ایک کے بعد دوسرا آپ کیسے کر سکتے ہیں۔

جناب محمد طارق چوہدری: جی میں پوائنٹ آف پریویلج پہ ہوں۔ آپ میرا سن لیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: طارق صاحب آپ اسے proper طریقے سے موو کر دیں، اس کو لے جاتے ہیں۔ پوائنٹ آف آرڈر پر کیسے آپ ....

جناب محمد طارق چوہدری: میری گزارش سنیں، چاہے پوائنٹ آف آرڈر پہ اس کو آپ سنیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیں۔

جناب محمد طارق چوہدری: جی میں پوائنٹ آف آرڈر پر کہنا چاہتا ہوں۔ +++++

میڈم ڈپٹی چیئرمین: طارق چوہدری صاحب اب آپ تشریف رکھیں، پریویلج موشن نمبر 13 مسٹر ایم طارق چوہدری صاحب۔

جناب محمد طارق چوہدری: جی یہ میرا پریویلج موشن already موو ہو چکا ہے۔ last time میں نے موو کیا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: منسٹر صاحب موجود ہیں۔

جناب محمد طارق چوہدری: میں آج نہیں اس کو لینا چاہتا۔

+(بحکم میڈم چیئرمین کارروائی حزف کی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب سرتاج عزیز صاحب ان کا جواب دے رہے ہیں۔

جناب محمد طارق چوہدری: نہیں جناب میں نے اس پر argument نہیں کیا ہے۔ اور میں گزارش کرتا ہوں کہ اسے کل تک ڈیفر کر دیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اچھا کل تک ڈیفر کر دیتے ہیں۔ جناب نمبر 14 اخونزادہ بہرور سعید صاحب۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: بسم اللہ الرحمان الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم جناب چیئرمین!

I beg to move that the proceedings of the House may be stayed, the motion of my privilege may be taken into consideration forthwith. The cutting from the daily 'Pakistan' Lahore dated 14th February is attached herewith.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب چوہدری امیر حسین صاحب

چوہدری امیر حسین: یہ explain ذرا کر دیں گے کیونکہ اس سے جو پریویلیج موشن ہے اس میں کوئی detail نہیں ہے اگر وہ تھوڑا سا explain کردیں۔

PRIVILEGE MOTION: RE: A PERSON WRONGLY SHOWN A RELATIVE OF A SENATOR IN OBITUARY REFERENC

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب اخونزادہ بہرہ ور سعید صاحب۔

اخونزداہ بہرہ ور سعید : میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ پریویلیج موشن جو میں آج ہاؤس کے سامنے لا رہا ہوں۔ میں اپنی زندگی میں سب سے بڑے صدمے کی وجہ سے مجبور کر کے لایا ہوں۔ وہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

بزم عالم میں کسی نے میری دلجوئی نہ کی
دشمنوں نے دشمنی کی یار نے یاری نہ کی
زندگی آ تجھے قاتل کے حوالے کر دوں
مجھ سے اب خون تمنا نہیں دیکھا جاتا

جناب والا! روزنامہ "پاکستان" لاہور میں ایک خبر درج ہے جس کی سرخی ہے "منشیات کے 112 سمگلروں کی فہرست حکومت کو پیش کر دی گئی" اس میں جناب آپ کی توجہ دلاتا ہوں فہرست میں سینیٹر بہرہ ور سعید کے بھائی ایوب سعید، سینیٹر عبدالواحد کے داماد اور اس طرح سے لمبی چوڑی اور لسٹ شامل ہے۔ اس میں سرفہرست میرا نام اس لئے آیا ہے کہ میں سینیٹر ہوں یا اس لئے آیا ہے میں اس سر زمین کا وفادار ہوں یا اس لئے آیا ہے کہ میں قائداعظم کا ایک کارکن ہوں یا اس لئے آیا ہے کہ میں ایک سیاسی پارٹی کو اپنے ضلع سے محبوس کر کے مار کے نکال رہا ہوں۔ جناب میں اس ہاؤس کے سامنے یہ واضح الفاظ میں کہتا ہوں کہ ایوب سعید نامی شخص میرا بھائی کوئی نہیں ہے۔ اور عبدالواحد سینیٹر کا داماد تو سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس میں محمد علی خان صاحب بھی میرے خاندان کو جانتے ہیں۔ میرے اور بھی دوست ہیں میرے خاندان کو جانتے ہیں کہ میرے بھائی کا نام شیر حضرت ہے جو فوت ہو گیا ہے۔ گل حضرت ہے جو بڑے ہیں۔ ایوب سعید میرا بھائی نہیں ہے۔ جس نے، جس ادارے نے جس کو وہاں لکھا گیا ہے کہ ایک حساس ادارہ، جس حساس ادارے نے ایسی حساس خبر ایک ایسے حساس اخبار کو ایسے حساس انسان کے خلاف دی ہے میں اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ کیا اس حساس ادارے کو اتنا علم نہیں ہے میں اتنا گم نام ہوں کہ بہرہ ور سعید کے بھائی کون ہیں۔ اتنا گم نام تو نہیں ہوں۔ اس ادارے کے ہر ایک آفیسر کو مجھے جاننا چاہیئے۔ اور وہ اگر مجھے نہیں جانتا تو اس ادارے کو حکومت کا فرض ہے کہ توڑ دے۔ وہ اپنی فرض شناسی میں کوتاہی کر رہا ہے۔ اگر وہ کوتاہی نہیں کر رہا تو اس نے عمداً میری سیاسی زندگی پر ضرب لگانے کے لئے یہ فعل کیا ہے یا میرے سیاسی مخالفین کے ایماء پر اس ادارے میں ایسے افراد موجود ہیں جو کہ میرے سیاسی مخالفین کے ہاتھوں میں کھیل کر انہوں نے یہ چیزیں لکھی ہیں۔ ایوب سعید کا کاروبار کیا ہے مجھے نہیں پتا۔ ایوب سعید کون ہے میرا بھائی نہیں ہے۔ اس عبدالواحد کا داماد اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اس کی شادی کا سوال ابھی تو رشتہ بھی نہیں ہوا۔ پھر مجھے یہ حق ہے پوچھنے کا کہ ایسے ادارے کو اتنی ذمہ داری کیوں سونپی جاتی ہے جس میں اتنا احساس نہیں ہے کہ پاکستان کے ایک شہری کو ایک پرانے مسلم لیگی کو جس کو داد دینے کے لئے مخالف بنچوں کی زبان سے بھی نکلتا ہے کہ ہاں یہ ایسے ہیں۔

میں جناب اس حکومت سے جو میری حکومت بھی ہے اس وقت کی حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہو، درخواست کرتا ہوں کہ میرے بچوں میرے خاندان کے ہر فرد کے خلاف انکوائری کرے میرا یہ مطالبہ ہے کہ میرا محاسبہ کرے اگر کوئی شائبہ بھی کسی قسم کا میرے conduct سے یا گزشتہ زندگی کے متعلق ان کو ہاتھ آیا تو میں ان کو سلام کروں گا۔ جناب والا! یہ ایک شر انگیز خبر ہے۔ اور اخباروں کو یہ خبر کیوں جاری نہیں کی گئی۔ اس حساس ادارے نے جو رپورٹ حکومت کے اخبار میں درج ہے جناب جب رپورٹ اخبار کو دی ہے تو ایک کاپی اس کو بھی شاید دی ہو گی۔ اس ادارے نے ایسا کیوں کیا اور سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس ادارے نے ایسا فعل کیوں کیا۔ آیا اپنے ادارے کے سربراہ سے اجازت لے کر یہ خبر اخبار کو دی ہے یا اس اخبار نے کسی اور طریقے سے یہ خبر نکالی ہے۔ اور اگر وہ فہرست ہے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ نہیں ہے اگر وہ فہرست ہے تو پھر کیا اس میں میرا نام سرفہرست ہے۔ یعنی میں اتنا بدکردار ہوں میں اتنا گرگیا کہ میں اتنے ذلیل لوگوں کی سرپرستی کرتا ہوں اس کے ساتھ رشتہ سنوارتا ہوں۔ میری زندگی تو میں سمجھتا ہوں کہ آئینہ کی طرح صاف ہے۔ میرے ہاتھ تو بالکل صاف ہیں۔ بہت مخالف حکومتوں نے میرے خلاف انکوائری کی ہے۔ کوئی ان کو ایسی چیز نہیں ملی شاباش روزنامہ پاکستان آپ کو۔ شاباش حکومت کے اس ادارے کو جس نے یہ رپورٹ دی ہے اس کو ملی۔ لیکن میں برملا یہ عرض کروں گا اس ایوان سے کہ میں آپ میں سے ایک ہوں اس ادارے نے صرف میری توہین نہیں کی ہے اس ایوان کی توہین کی ہے اس نے میری توہین نہیں کی ہے اس نے ایوان بالا کی توہین کی ہے۔ اس نے میری توہین نہیں کی ہے۔ اس نے پارلیمنٹ کی توہین کی ہے۔ اس نے میری توہین نہیں کی ہے اس نے حکومت پاکستان کی توہین کی ہے۔ اس نے میری توہین نہیں کی ہے اس میرے پاکستان سٹیٹ کی توہین کی ہے۔ میں حکومت سے مطالبہ کروں گا کہ اس حساس ادرے کے ایک ایک فرد کی جانچ پڑتال کی جائے کہ وہ کس سیاسی نوعیت کے خیالات کا آدمی ہے۔ کسی جماعت کے ساتھ منسلک ہے۔ کسی جماعت کا آلہ کار ہے۔ مجھ پر ایسا الزام کوئی ایسے نہیں لگا سکتا۔ جب تک کہ اس میں سیاست نہ ہو۔ یہ تو پیش کرے کہ میں نے کوئی پلاٹ لیا ہے کوئی یہ تو پیش کرے کہ میں نے کوئی پرمٹ لیا ہے۔ یہ اتنے ذلیل ہوگئے ہیں کہ مجھ جیسے شخص پر حملہ کرتے ہیں یہ کیوں کیا؟ اس لئے کہ میں ایک مسلم لیگی ہوں اس لئے کہ میں نے پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ اس لئے کہ میں پاکستان کی اس تحریک کا سپاہی ہوں۔ جناب والا! میں اس میں جو اس کی details ہیں تھوڑی سی آپ کی توجہ کے لئے چیز پڑھتا ہوں۔ چیپٹر پڑھتا ہوں، صفحہ 6 پر اس میں لکھا ہے اور جو مجھے نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ ایوب سعید سینیٹر اخونزادہ بہرہ ور سعید کا بھائی،

ملک جہانزیب، تحصیل دیر میں مسلم لیگ کا رہنما اور جمال آفریدی، جمال ہوٹل پشاور اور جمال فلور ملز کا مالک، تینوں اکٹھے کام کرتے ہیں۔ اس میں ایک چیز اور نمایاں طور پر ظاہر ہے یہ جو 112 کی لسٹ ہے اور 112 میں سے میں اکثریت کو جانتا ہوں جن میں سے بیشتر کا کسی نہ کسی سیاسی پارٹی سے تعلق ہے۔ پاکستان کی کسی سیاسی پارٹی سے تعلق ہے۔ ملک جہانزیب کو اتنا نمایاں کیوں کیا گیا۔ کیونکہ مسلم لیگ کے ساتھ تعلق ہے یہ مسلم لیگ دشمنی کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ ایک طرف سینیٹر بہرہ ور سعید اور ایک طرف ملک جہانزیب کیونکہ یہ دیر میں مسلم لیگ کا راہنما ہے کیوں سنگل آؤٹ کیا گیا ہے۔ اس کے اور کیا عیاں ہیں اس ہاؤس کے سامنے کہ یہ حساس ادارہ ہے، جو اپنے آپ کو حساس کہتا ہے، اس کو یہ حس نہیں ہے کہ جو حرکت وہ کرتے ہیں وہ ذلیل ہیں، وہ غلط ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بس جی آپ admissbility پر آ جائیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب والاadmissbility ! میں تین الفاظ میں کہوں گا۔ یہ ایک سینیٹر، پرانا مسلم لیگی، پاکستان کا وفادار شہری کے متعلق ایک بہت بڑا الزام ہے۔ جس کو میں زندگی بھر اور بقایا زندگی میں بھول نہیں سکتا۔ یہ عملاً ارادتاً مجھ پر الزام لگایا گیا ہے اور اس کو شہ سرخیوں میں لکھ کر اچھالا گیا ہے تا کہ میری کارکردگی جو ہے وہ گر جائے۔ اور میں عوام کی نظروں میں گر جاؤں۔ ایسا نہیں ہو گا۔ میں اپنے دوستوں کو کہتا ہوں ایسا نہیں ہو گا۔ میں کارکن ہوں، میرے عوم مجھ سے خوش ہیں، میری قوم مجھ سے خوش ہے، تم لوگ جانتے ہو کہ تم اب وہاں سے اکھڑ رہے ہو، تمہاری جڑیں نکل رہی ہیں۔ تم ان اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہو۔

جناب والا! دوسرا یہ کہ میں اس ہاؤس کا ممبر ہوں اور اس سینیٹر کا نام بڑی شہ سرخیوں سے شروع میں دیا گیا ہے، تیسری یہ کہ بہت urgent matter ہے، Public importance کا matter ہے، اس لئے اس حساس ادارہ کی نشاندہی کی جائے کہ واقعی وہ ادارہ حساس ہے یا وہ حساس کے نام پر اس ملک کے پیسے بٹور رہا ہے۔ اس نے اس لئے تو یہ خبر نہیں دی ہے کہ چند آدمیوں کا نام دے کر اس کے گھر جائے کہ بھائی "ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں" تم جو کچھ کماتے ہو ہماری بھی جھولی بھر دو۔ یہ طریقہ ذلت کا اختیار کیا گیا۔ ان کے پاس جاتے بھائی تم اگر واقعی اتنا روپیہ کماتے ہو۔ ہمیں بھی کچھ دے دو۔ ہم تو حساس ادارہ سے ہیں۔ تو جناب والا! وہی بات ہو گئی ناں، کہ ایسی حرکات اس ادارے سے اگر کسی نے کی ہیں، یہ قابل معافی جرم نہیں ہے۔ میں اپنا حق اجس حساس ادارے

کے ڈائریکٹر، اور دوسرے افراد کے خلاق اور اخبار جس میں یہ چھپا ہے اس کے خلاف، اس کے ایڈیٹر کے خلاف، اپنا حق محفوظ رکھتا ہوں۔ میں عدالت میں چارہ جوئی کروں گا۔ ضرور کروں گا۔ یہ میری ڈکشنری میں نہیں ہے کہ کوئی میری توہین کرے اور کہہ دے "sorry" کوئی میری توہین کرے اور کہے کہ معافی مانگتا ہوں۔ یہاں معافی کی بات نہیں ہے۔ میں بدلہ لوں گا۔ میں اپنی قوم سے کہوں گا کہ بدلہ لے لیں ان سے۔ یہ میری موت اور زندگی کا سوال ہے۔ یہ میری عزت کا سوال ہے، یہ میری ناموس کا سوال ہے، یہ میرے خاندان کی عزت کا سوال ہے اور اس ہاؤس کی عزت کا سوال ہے۔ اس لئے میں گزارش کروں گا کہ اس کو کمیٹی کے سپرد کردیں تا کہ اس ادارے کو، اس اخبار والے کو بلایا جائے اور میں موجود ہوں اور اس کی تفصیل ہو۔ اور اسی اجلاس میں کمیٹی اپنی رپورٹ اس ہاؤس میں پیش کرے۔ اگر میں مجرم قرار پایا گیا تو مجھے واقعی سنگین سے سنگین سزا دی جائے میں تیار ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جناب ملک فرید اللہ خان نکتہ اعتراض پر۔

حاجی ملک فریداللہ خان : میں جناب اخونزادہ صاحب کی حمایت کرتے ہوئے صرف اتنی گزارش کروں گا کہ جی گذشتہ چھ سات مہینوں سے اخبارات میں کسی نہ کسی صورت میں یہ بات آئی ہے کہ سمگلنگ میں بڑی مچھلیاں اور بڑے لوگ ملوث ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ جو نارکوٹکس ڈویژن ہے ان کا کیا کام ہے ایک طرف وہ کہتے ہیں کہ جی ہم سزائے موت لا رہے ہیں۔ بل پیش کر رہے۔ اگر واقعی ان کے پاس کوئی فہرست ہے تو وہ شائع کریں تا کہ قوم اور ملک کو پتہ چلے کہ وہ بڑی مچھلیاں کون ہیں اور ان کو گرفتار کریں۔ ان کے خلاف مقدمے چلائیں۔ بجائے اس کے کہ کبھی یہ بات آتی ہے کہ جی امریکہ نے لسٹ بھجوائی ہے، دوسرے دن اخبارات میں آتا ہے کہ سعودی عرب نے ایک لسٹ بھجوائی ہے۔ تو جناب یہ غیرذمہ داری کی حد ہے کہ سینیٹر عبدالواحد کی بیٹی کی عمر 4 سال ہے اور اس کا داماد ہے ہی نہیں کیونکہ وہ تو ابھی خود داماد ہیں۔ اس کی عمر ہے 36 سال اور اس کا داماد بھی سمگلنگ کرتا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اخبارات میں ایسی خبریں چھاپ کر وہ کیا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ پرسوں ایک اخبار میں ہم نے دیکھا کہ پاکستان کی جو سفیر ہے امریکہ میں وہ کلنٹن کی صدارت کی خوشی میں رقص کر رہی تھیں اب ملک کی سفیر جو کہ وہاں پر ملک کی نمائندگی کرتی ہے۔ میں اس کے لئے جناب احتجاج کرتا ہوں کہ پہلی مرتبہ ایک خاتون سفیر بنی political ambassador بنی، جس سے ملک اور قوم کا وقار بلند کیا، آپ میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ انہوں نے جہاں بھی parliamentary delegation گئے، جہاں بھی پاکستان کے مفاد کی کوئی بات ہوئی تو وہ پیش پیش رہی۔ اور اس کے خلاف یہ بات کہ اس نے

رقص کیا تو میں نہیں سمجھتا کہ ایسی باتیں اخبارات کی زینت بنیں جو کہ قوم اور ملک کے لئے بہتر نہیں ہیں۔ تو میں۔ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق بھی کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور اگر ایسی کوئی فہرست واقعی ہے تو نارکوٹکس ڈویژن والے آئیں، رانا چندر سنگھ صاحب وہ بات گول مول نہ کریں کہ کبھی وہ کہیں کہ ہم امریکہ کے ماتحت کام نہیں کرتے اور پھر کبھی تردید بھی نہیں کرتے یا وہ سیدھے الفاظ میں تردید کریں کہ جو فہرست شائع ہوئی ہے بالکل غلط ہے۔ اگر نہیں تو ان کی ذمہ داری کیا بنتی ہے۔ اگر امریکہ فہرست بھیجتا ہے تو کیا وہ اتنےincompetent ہیں کہ ان کو خود اپنے ملک میں پتہ نہیں ہے کہ بڑی مچھلیاں کون ہیں اور ہیروئن کے سمگلر کون ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ یہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب ذکی الدین پال صاحب۔

جناب ذکی الدین پال : میں بہرہ ور سعید صاحب کی تائید کرتا ہوں کہ واقعی اس کی انکوائری ہونی چاہیئے اگرغلط بات کی گئی ہے تو اس کے خلاف مقدمہ چلایا جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ایک منٹ جناب چوہدری صاحب کچھ لوگ اس پر بولنا چاہتے ہیں۔ جناب چوہدری امیر حسین صاحب ایک منٹ

چوہدری امیر حسین : جناب اگر آپ سارے ہاؤس کو موقع دیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں تحریک استحقاق کا قواعد کے تحت یہ ہے کہ محرک پیش کرتا ہے، admissibility پر بات کرتا ہے۔ اگر گورنمنٹ کی طرف سے oppose ہوتا ہے تو پھر وہ short statement دیتے ہیں یا جو بھی کرتے ہیں۔ تو میں جو گزارش کر رہا تھا محترمہ میں جو گزارش کر رہا ہوں کہ اس تحریک استحقاق کو میںopposeاس لئے نہیں کرتا کہ یہ جو خبر اخبار میں آئی ہے بالکل غلط ہے۔ بہرہ ور سعید کا نہ کوئی اس نام کا بھائی ہے نہ کسی بھی طریقہ سے وہ اس کاروبار میں ملوث ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی رشتہ دار ملوث ہے۔ یہ خبر چونکہ غلط ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس کو کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ حکومت کو کوئی اعتراض نہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میرے خیال میں میں اس تحریک کو in order admit کرتی ہوں اور اسے admit کر کے کمیٹی کے حوالے کرتی ہوں۔

(++++++)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جی اگلا پریویلیج موشن کس کا ہے؟ اس کا نمبر کیا ہے؟ جناب اشتیاق اظہر صاحب۔

(ii) RE: ARREST OF A SENATOR AS REPORTED IN PRESS

سید اشتیاق اظہر: جناب آپ کا شکریہ۔ آپ کو یاد ہو گا کہ گذشتہ سال 22 جون کو میں نے اسی ایوان میں ایک تقریر کی تھی جس میں چند باتیں ایسی تھیں جس سے سندھ کے غیر سیاسی حکمرانوں کو تکلیف پہنچی تھی تو جناب میری 22 جون 1992ء کی تقریر پر 24 جون 1992ء کو میرے خلاف اغوا برائے تاوان کا مقدمہ بنایا گیا تھا بعد میں صدر اور وزیراعظم کے کہنے پر یہ مقدمہ واپس لیا گیا تھا اب ادھر چند روز سے برابر اخبارات میں یہ خبریں آ رہی ہیں۔ میں نے اپنے پریویلیج موشن میں ایک اخبار کا ذکر کیا تھا جو مشرق اخبار ہے evening اسپیشل اس میں کہا گیا تھا جو پرانا مقدمہ جو گذشتہ سال قائم ہوا تھا اس کو ڈراپ کر دیا گیا تھا۔ دوبارہ دہرایا جا رہا ہے۔ اس کے بعد پرسوں اخبار نیشن میں یہ خبر شائع ہوئی کہ "Ishtiaq may be arrested" یہ اگر میرا ذاتی معاملہ ہوتا تو مجھے پہلے جو میرے خلاف مقدمہ قائم ہوا تھا تو میں نے کہا تھا کہ میں یہاں موجود ہوں مجھے گرفتار کرنے کے لئے کسی اشتہاری مجرم کی طرف سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بہرحال چونکہ مقدمہ واپس ہو گیا تھا تو معاملہ ختم ہو گیا تھا اب یہ معاملہ پھر اسی معاملے کو فائل ہو گیا تھا جو ختم کر دیا گیا تھا اسی کو دوبارہ زندہ کیا جا رہا ہے، میں سمجھتا ہوں یہ ایک کوشش ہے۔ بلیک میل کرنے کے لئے اور چونکہ ایک رکن سینٹ کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے استحقاق کا معاملہ نہیں ہے۔ پورے ایوان کے استحقاق کا معاملہ ہے، میں یہ درخواست کروں گا کہ یہ معاملہ بھی یہ پریویلیج موشن بھی استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ اس معاملہ کی پوری تحقیقات کرے کہ یہ مقدمہ بلیک میل کرنے کے لئے بنایا گیا ہے، یا اس میں کوئی شک کی بات آ گئی ہے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب چوہدری امیر حسین صاحب آپ اس بارے میں کچھ کہیں گے۔

(بحکم میڈم ڈپٹی چیئرمین حزف کی گئی)

چوہدری امیر حسین : محترمہ چیئرمین صاحبہ! اس میں جیسا کہ فاضل ممبر نے فرمایا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ استحقاق نہیں بنتا کیونکہ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ خبر یہ "That he may be arrested" کہ he may or may not be arrested تو بجائے اس کے کہ اس کو اس طریقہ سے ڈیل کیا جائے کہ ان کی دل آزاری ہو۔ میں یہ آپ سے گزارش کروں گا آپ اس پر رپورٹ منگوا لیں ہوم سیکرٹری سے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اشتیاق اظہر صاحب آپ رضامند ہوں گے کہ اس بارے میں رپورٹ منگوا لیتے ہیں کہ یہ بات کہاں تک سچ ہے، اس کے بعد آپ کو بتا دیں گے پھر جو بھی ہو گا؟

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نمبر 9 جناب سید فضل آغا صاحب یہ تو ہو چکا ہے پہلے ہی، لیکن اس کو ڈیل کون سا وزیر کر رہا ہے، جی یہ نمبر 9 کون ڈیل کرے گا جی۔

iii) RE: DEFECTIVE LANDING LIGHTS AT THE PESHAWAR AIRPORT

Madam Deputy Chairman: Adjournment Motion No. 9, Syed Muhammad Fazal Agha regarding defective landing lights at the Peshawar Airport.

Syed Muhammad Fazal Agha: Madam Chairperson! I request that the ordinary besiness of the House may please be adjourned to consider the following adjournment motion of public importance and of urgent nature:

"It has appeared in the daily 'Jang' dated the 12th October, 1992, that the landing lights at the Peshawar Airport are defective which has resulted in a huge loss of millions of rupees to the PIA authorities. The defects in the landing lights are also a major threat to the life

and property of the countrymen."

Madam Deputy Chairman: Is it being opposed?

Syed Ghous Ali Shah: Opposed.

گزارش یہ ہے جی کہ اس ہاؤس میں کافی لیٹ لایا گیا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ نے move کر لیا ہے۔ منسٹر صاحب کو oppose کرنے دیں کر رہے ہیں یا نہیں؟ جناب وزیر دفاع -

سید غوث علی شاہ : محترمہ پہلے تو یہ تازہ معاملہ نہیں، اکتوبر کی بات ہے۔ ٹیکنیکلی بھی ایوان کا وقت اس کے لئے دے دیں لیکن اصل حقیقت میں بتا دوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ اس کو اپوز کر دیں۔

سید غوث علی شاہ : میں اس کو اپوز کرتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب سید فضل آغا صاحب جی۔

سید محمد فضل آغا : شکریہ محترمہ! شاہ صاحب نے بجا فرمایا ہے کہ یہ کافی لیٹ ہو گیا ہے لیکن نوٹس اسی وقت دیا گیا تھا جب وقوعہ ہوا تھا تو اس لئے یہ لیٹ نہیں ہے۔ رول کی زد میں نہیں آتا اور میں نہایت ادب سے شاہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ یہ پی آئی اے آرگنائزیشن کی ورکنگ زیادہ تسلی بخش نہیں ہے۔ شاہ صاحب ہمیشہ ان کی حفاظت کے لئے آ جاتے ہیں۔ چاہے وہ کراچی کی بات ہو رہی ہو یا پشاور ائیرپورٹ کی بات ہو رہی ہو اور خصوصاً کوئٹہ ائیرپورٹ پر میں نے ان سے گزارش کی تھی کہ "وہاں night landing کے لئے کوئی بندوبست نہیں ہے تو انہوں نے آرام سے پھر ان کا cover لے کر ان کی جان چھڑا لی۔

گزارش یہ ہے شاہ صاحب! کہ یہ ہمارے ملک کی اجتماعی مفاد کی بات ہے۔ آرگنائزیشن سے یا ذاتی بات نہیں کرنا چاہتے اس ہاؤس میں آنے کا مقصد ہی یہ ہے کوئی بھی

آرگنائزیشن یا ڈویژن کہیں بھی کوئی خامی ہو رہی ہو تو معزز ارکان کا فرض بنتا ہے کہ فلور پر لائیں تا کہ متعلقہ ڈویژن یا محکمہ کی جواب طلبی ہو۔ تو اس سلسلے میں یہ گزارش ہے کہ یہ آئے دن کا معمول بن چکا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ میری گزارش تو یہ ہے کہ شاہ صاحب آرگنائزیشن کو اور خصوصاً کوئٹہ ائیرپورٹ کے حوال سے۔ یہاں ایڈجرمنٹ موشن کا سہارا لے کر میں بات کروں گا کہ 47 سال گذرنے کے بعد بھی۔ اگرچہ وہ صوبائی ہیڈکوارٹرز ہے وہاں پر night landing کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ جب کہ اسکی ہمیت موجود ہے۔ جوآپ کی آرگنائزیشن بن رہی ہے، اس سے کوئٹہ کی اہمیت بڑھ رہی ہے۔ شاہ صاحب اس پر ذرا کچھ فرمائیں اور پشاور ائیرپورٹ کی جو بات ہے----

(مداخلت)

پشاور ائیرپورٹ پر یہ جو واقعہ ہوا ہے یہ بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بروقت گزارش کی گئی ہے اور عوامی اہمیت کا مسئلہ ہے۔ شاہ صاحب سے گزارش ہے کہ اس کا پراپر نوٹس لیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جی۔ جناب غوث علی شاہ صاحب۔

سید غوث علی شاہ : پورا نوٹس لے لیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ویسے مناسب یہ ہو گا کہ میں factual position بتا دوں کہ اس ایوان کو ایک احساس بھی ہو گا اور factual position correct بھی ہو گی۔ سب سے پہلے اس کا واسطہ پی آئی اے سے کوئی نہیں ہے۔ تھوڑا سا ہم confuse کر دیتے ہیں ایشو کو اور پی آئی اے ہی آپ کا نیشنل کیئرئر ہے۔ یہ آپ کو نیشن کا فلیگ کیئرئر ہے۔ میری کبھی یہ اپروچ نہیں ہوتی ہے کہ اگر defects ان میں آئیں۔ تو میں ان کو بچاؤں۔ this has never been my approach میں خود بھی ان پر سختی سے قدم اٹھاتا ہوں اور تھوڑی سی اخبار کی نیوز پر concerned officers کو suspend کر دیتا ہوں۔ شوکاز نوٹس بعد میں جاتا ہے لیکن کوشش یہ ہوتی ہے کہ national flag carrier کو اتنا بھی وہ نہ کریں کیونکہ دنیا میں کئی ائیر لائنز ہیں جو بیٹھ گئی ہیں۔ خسارے میں چلی گئی ہیں۔

This is earning profit for the country

لیکن اس کا واسطہ پی آئی اے کے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ سب سے پہلے تو یہ بات ہے کہ پی آئی اے اور سول ایوی ایشن اتھارٹی دو مختلف ادارے ہیں۔ اس کا واسطہ سول ایوی ایشن

اتھارٹی کے ساتھ ہے۔ جہاں تک اس نیوز آئٹم کا حوالہ ہے۔ دراصل ناسمجھی میں اس کو اس طرح سے پیش کیا گیا۔ ورنہ اصل کیا ہوتا ہے؟ ایک additional aid ایک ہوتا ہے یعنی پہلے تو لائٹس کا ایک نظام ہے۔ جو اس کے ذریعے پشاور ائیرپورٹ یا اور ائیرپورٹس پر ایک آسانی ہے لیکن ایک additional aid اس سے بھی بہتری کے لئے پشاور ائیرپورٹ پر precision approach park indicator جس کو ہم papi بھی بولتے ہیں۔ Shorter term میں۔ یہ سسٹم بھی وہاں پر موجود ہے۔ اصل میں ہوا یہ تھا کہ ایک اس کی routine checking ہوتی ہے اس سسٹم کی۔ اس کے بغیر بھی جہاز آتے رہتے ہیں۔ اس کی کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے کہ ضرور ہونا چاہیئے لیکن یہ additional aid ہے۔ اس کی routine checking کے واسطے اس کو بند کیا گیا تھا۔ اکتوبر 2 سے لے کر 8 اکتوبر تک اور یہ بند کرنے کے بعد یہ سارا نوٹس وغیرہ سب جہازوں کو دے دیا گیا تھا اور اس کی وجہ سے صرف ایک فلائٹ ہے جو اثر انداز ہوتی ہے وہ ہے ائیربس۔ اسی دوران فوکر فلائیٹ جو کہ ایف 27 جہاز کہلاتے ہیں یا بوئنگ 707 ، یہ چلتے رہے اور کوئی ایسی situation نہ ہوئی تو یہ میں ایک عرض کر دوں کہ تھوڑے عرصے کے لئے جو بھی routine checking ہے۔ ہمیشہ ہر سال اسی سٹیج پر یا تو کوئی اطلاع مل جائے کہ اس additional aid پر کوئی defect ہے۔ تب بھی close کرتے ہیں۔ یا اگر کوئی اطلاع نہ ہو تب بھی routine checking کے لئے ایک بات سال میں اس کو close کیا جاتا ہے۔ تو میرے خیال میں یہ پوزیشن یہی تھی۔ مجھے فضل آغا صاحب بہت محبت بھی کرتے ہیں۔ احترام بھی میرا کرتے ہیں مجھے بھی اس کے لئے اتنا ہی احترام اور محبت ہے اور پورے چاک و چوبند ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ہاؤس کو 20 منٹ کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

[The House adjourned for Prayers]

[The House re-assembled after interval with Madam Deputy Chairman, Dr. Noor Jehan Panezai, in the Chair]

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سید غوث علی شاہ صاحب۔

سید غوث علی شاہ: like ordinary course یہ unserviceable نہیں تھی اور نہ اس کی وجہ سے کسی فلائٹ کو روکا گیا تھا جیسے میں نے عرض کیا PAPI lights کہلاتی ہیں Precision Approach Path indicator یہ ایک ایڈیشنل آسانی دی جاتی ہے پائلٹ کو کہ جب وہ touch down کے نزدیک آئے تو اس لائٹ کے سہارے سے وہ لینڈ کر سکے۔ تو وہ 2 اکتوبر سے 8 اکتوبر تک بند رہی for the routine checking لیکن اس میں بھی یہ انٹرنیشنل لاء اور نیشنل لاء ہے کہ جتنے بھی ایئرویز ہوتے ہیں ان کو نوٹس دیا جاتا ہے اور اس کا نوٹس دیا گیا تھا سب کو well in time اور کوئی فلائٹ کینسل نہیں ہوئی یہاں اس میں تھوڑا پرابلم ہوتا ہے۔ بڑے ایئرکرافٹ کو جو جس کی باڈی زیادہ ہے جیسے ہمارے پاس A-300 ہے۔ جس کو آرڈنری کورس میں ہم ایئر بس بولتے ہیں 14 اکتوبر سے لے کر آج تک وہ ساری ٹھیک ہیں وہ routine checking maintenance ہو گئی ہے۔ یہ گزارشات مجھے کرنی تھیں۔ انجینئر سید آغا صاحب بیٹھے ہیں۔ اگر وہ مطمئن ہیں اس چیز سے تو میرے خیال میں اب اس کو پریس نہ کریں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب سید فضل آغا صاحب آپ اسے پریس کرتے ہیں۔

سید محمد فضل آغا : ڈاکٹر صاحب ایک۔ دو عرض کروں گا پھر اس کے بعد ------

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں آپ بتائیں ناں۔

سید محمد فضل آغا : گزارش یہ ہے کہ میں جناب محترم شاہ صاحب کی یقین دہانی کو کیسے شک کی نگاہ سے تو دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن جیسے میں نے عرض کیا ہے کہ پہلے بھی میری ایک request تھی۔ ان کو سول ایوی ایشن اتھارٹی نے بڑی خوبصورتی سے وہ لے کے ہماری وہ grievances redress نہیں ہوئے کوئٹہ ائیرپورٹ کی جو میں سسٹم کی بات کر رہا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : وہ تو انہوں نے -----

سید محمد فضل آغا : کہیں یہ بھی ایسا نہ ہو باقی محترم شاہ صاحب کی یقین دہانی کے بعد میں اسے پریس نہیں کرتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اگلی آئٹم نمبر 18 ، جناب حافظ حسین احمد صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ 186 راجہ محمد افضل خان تشریف نہیں رکھتے اس کو ڈراپ کر دیا نمبر23 حافظ حسین احمد صاحب اسے بھی ڈراپ کیا کیونکہ وہ بھی موجود نہیں ہیں۔ نمبر 27 حافظ حسین احمد صاحب، تشریف نہیں رکھتے اسے بھی ڈراپ کرتے ہیں۔ نمبر 28 حافظ حسین احمد صاحب، اسے بھی ڈراپ کرتے ہیں۔ پھر نمبر 31 سید فصیح اقبال صاحب، تشریف نہیں رکھتے اسے بھی ڈراپ کرتے ہیں۔ 185 راجہ محمد افضل خان صاحب وہ بھی نہیں اسے بھی ڈراپ کرتے ہیں۔ نمبر 32 سید فصیح اقبال صاحب، وہ بھی نہیں ہیں اسے بھی ڈراپ کرتے ہیں۔ ایڈجرمنٹ موشنز کا اب ٹائم ہو گیا۔ اب آئٹم نمبر 2، سید عبداللہ شاہ صاحب۔

Syed Abdullah Shah: I beg to request for leave of the House to introduce a Bill to provide for the regularization of the appointments of certain employees appointed on ad-hoc basis.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب ڈاکٹر ریحان صاحب۔

ڈاکٹر محمد ریحان : جناب! آپ نے ٹائم ختم کرنے کا اعلان کیا ہے ایڈجرنمنٹ موشنز کا۔ جناب میرے پاس تو یہ 32 نمبر پڑا ہوا ہے میرے ٹیبل پر ہے جی۔ میں حیران ہوں یہ کیا ہے۔ اس کو پھر ------

میڈم ڈپٹی چیئرمین : 32 تو ہے سید فصیح اقبال صاحب کا۔

ڈاکٹر محمد ریحان : جناب یہ میرا ہے جی یہاں میرے ٹیبل پر پڑا ہوا ہے جی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اچھا تو میرا جہاں پر 32 لکھا ہوا ہے۔

ڈاکٹر محمد ریحان : تو یہ تو -----

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ دیکھیں جی۔

ڈاکٹر محمد ریحان : یہ ہے ہی میرا جی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ سید فصیح اقبال صاحب کا ------

ڈاکٹر محمد ریحان : یہ سیکرٹریٹ سے میرا خیال ہے کوئی غلطی ہو گئی ہے جی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ نام سید فصیح اقبال صاحب کا ہے۔ یہ آپ کا کس چیز کے بارے میں ہے؟

ڈاکٹر محمد ریحان : یہ جناب اس کے متعلق ہے۔ یہ جو forced labour بچوں سے کرایا جاتا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی یہ دوسرا ہے۔

ڈاکٹر محمد ریحان : یہاں میرے ٹیبل پر پڑا ہوا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اب کس کو کروں۔

ڈاکٹر محمد ریحان : اور تھا بھی میرا جی یہ پچھلے سیشن میں ٹیک اپ نہیں ہوا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی ابھی چیک کر لیں گے کیونکہ میرے پاس جو آیا ہوا ہے ناں یہ سید فصیح اقبال صاحب کا ہے۔ پھر اس کو کل لے آئیں گے جی 32 نمبر جو میرے پاس آیا ہے یہ سید فصیح اقبال صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر محمد ریحان : تو پھر یہ میرے والے کا کیا بنے گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : تو کل اس کو لے آتے ہیں جی۔

ڈاکٹر محمد ریحان : لے آئیں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ہاں جی۔

ڈاکٹر محمد ریحان : شکریہ جی، مہربانی!

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب سید عبداللہ شاہ صاحب۔

THE AD-HOC EMPLOYEES (REGULARIZATION OF APPOINTMENTS) BILL, 1992 -- INTRODUCED

Syed Ghous Ali Shah: I beg the leave of the House to introduce a Bill to provide for the regularization of the appointments of certain employees appointed on adhoc basis in the Federal Government (The Adhoc Employees (Regularization) of Appointments) Bill, 1992).

میڈم ڈپٹی چیئرمین : چوہدری امیر حسین۔

چوہدری امیر حسین : محترمہ چیئرمین صاحبہ میں آپ کی وساطت سے معزز رکن سے گزارش کروں گا قبل اس کے کہ میں اس کو oppose کروں یا نہ کروں۔ میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ دو وجوہات کی بنا پر کہ وہ اس کو اگر مناسب سمجھیں تو ڈیفر کر دیا جائے۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ already گورنمنٹ کے پیش نظر ہے۔ دوسری بات جو میں کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس معاملہ پر سپریم کورٹ سے فیصلہ لیا ہے۔ ایڈہاک appointees کا۔ اور اس پر فائنل ججمنٹ کو ریزرو رکھا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈسکس کرنا ہمارا ایک حق ہے لیکن میں یہ چاہوں گا کہ اگر وہ ججمنٹ آ جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس لیجسلیشن میں بہتری کی طرف جو کہ ہم کرنا چاہتے ہیں (معاون ہو) تو میں فاضل ممبر سے گزارش کروں گا کہ اگر اس کو ڈیفر کروایا جائے تو بہتر ہو گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب سید عبداللہ شاہ صاحب آپ اس بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

Syed Abdullah Shah: I have no objection, but I will make a submission. Law making is the job of the Parliament; Supreme Court can not take away the powers of the Parliament to make laws. We can wait. And it is not the question that the Government considers it. There is already an undertaking from the Treasury benches that they are going to bring the law to regularize the adhoc employees. Hundreds of qualified boys who have been working there satisfactorily. There is nothing against them and the adhoc sword is hanging on them. So, I request the honourable Minister to expedite this formulation of law as soon as possible so that these people get some sort of satisfaction. But I can keep this Bill pending. You will remember that there was an amendment for restoring the seats of women in this House; and that Bill was withdrawn or deferred on the undertaking given by the Government that 'they will be bringing the law accordingly which so far they have not done inspite of the lapse of two and a half years, so, things should not be taken so lightly. Legislation is very important business and that is for what we have come to these Houses. So, I request the honourable Minister to take this matter in a serious way and come to some decision, so that these boys get some sort of a solution.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جی! چوہدری امیر صاحب۔

چوہدری امیر حسین : میں شکر گزار ہوں معزز رکن کا کہ انہوں نے میری گزارش مان لی جہاں تک گورنمنٹ کا تعلق ہے کہ پرنسپلی کیبنٹ کی طرف سے ایک منظوری ہوتی ہے۔ جب کوئی بل پیش ہوتا ہے تو پرنسپلی ایڈہاک اپوائنٹمنٹ کے متعلق یہ منظوری دی گئی اور اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کو کہا گیا کہ وہ بل تیار کرے۔ جب بل تیار ہو جاتا ہے (ڈرافٹ

بل) تو پھر وہ کیبنٹ کی منظوری کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ ایسٹیبلشمنٹ ڈویژن پہلے ہی اس کے متعلق کام کر رہی ہے اور بل کی تیاری میں ہے۔ بس ان دو وجوہات کی بنا پر کیونکہ سپریم کورٹ میں معاملہ ہے وہ عنقریب ججمنٹ آ جائے گی۔ تو یہ جو یہاں پوائنٹسraise کئے گئے ہیں ان کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : تو ہم ڈیفر کر دیتے ہیں۔ جناب عبدالرحیم مندوخیل صاحب، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب عبدالرحیم خان : جناب یہ بل سید عبداللہ شاہ اور میں نے مشترکہ طور پر پیش کیا تھا۔ اس سیشن میں جب میں نے یہ پیش کیا تو جناب وزیر صاحب، پارلیمانی امور نے یہ بات اپنی طرف سے commitment کی تھی کہ وہ ایک بل پیش کر رہے ہیں اور اس میں یہ سب چیزیں کور ہو جائیں گی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اب تو اسے ڈیفر کر دیا ہے ناں۔

جناب عبدالرحیم خان : میں عرض کر رہا ہوں اس لئے اب یہ نئی باتیں چلا رہے ہیں۔ سپریم کورٹ کی، وہ تو اپنے طور پر ہیں، لیکن اصل میں انہوں نے اس کی -----

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی وہ لا رہے ہیں۔ ابھی تو انہوں نے باتیں کی ہیں۔

جناب عبدالرحیم خان : میں اپنے شاہ صاحب کی بات کی تائید کر رہا ہوں کہ جیسے کہ women seats ڈیڑھ دو سال تک چلتا رہا تو یہ عمل کم از کم نہیں ہونا چاہیئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نمبر 4 جی اور خواجہ آصف صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ وہ جی اگر بارہ بجے آ جائے۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اور یہ نمبر 4 کو ڈیفر کرتی ہوں نہ منسٹر صاحب نہ اس کا mover ہے۔ خواجہ آصف صاحب بھی تشریف نہیں رکھتے۔ نمبر 5، طارق چوہدری صاحب بھی

تشریف نہیں رکھتے۔

جناب عبدالرحیم خان : محترمہ! زرعی پالیسی پر بحث جاری تھی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اس پر کون صاحب، بولنا چاہتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم خان : ہم بولنا چاہتے ہیں۔

چوہدری امیر حسین : محترمہ! میں عرض کرتا ہوں کہ اصولی طور پر وہ صحیح فرما رہے ہیں۔ یہ بحث شروع ہو چکی ہوئی ہے اور اس پر مزید بحث ہو سکتی ہے۔ لیکن میں یہ چاہوں گا کہ چونکہ یہاں محرک بھی نہیں ہیں، شاید آخر میں وہ بھی کوئی بات کرنا چاہتے ہوں۔ یہ معاملہ بڑا اہم ہے، اگر اس پر محرک کی موجودگی میں بحث کریں تو بہتر ہو گا۔ تاہم اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس پر بحث بہت ضروری ہے تو پھر ابھی بحث شروع کر لیں۔ ورنہ اسے اگلے پرائیویٹ ممبرزڈے پر رکھ لیں۔

جناب عبدالرحیم خان : جی اس پر بحث اس وقت جاری تھی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میرا خیال ہے کہ اس پر بحث جاری رکھی جائے۔

چوہدری امیر حسین : جی، ضرور کریں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ اس پر بولنا چاہیں گے۔

جناب عبدالرحیم خان : جی ، بالکل۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب عبدالرحیم خان صاحب۔

چوہدری امیر حسین : اس سے متعلقہ وزیر صاحب بھی نہیں ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اس پر بحث تو شروع ہو چکی تھی اور ہم اس پر بحث

جاری رکھ سکتے ہیں۔

میر عبدالجبار : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جی، پوائنٹ آف آرڈر۔

میر عبدالجبار : محترمہ! جس طرح کہ ابھی ہمارے فاضل دوست جناب مندوخیل صاحب نے درست فرمایا ہے کہ اس پر بحث جاری تھی، یقیناً اس پر بحث جاری تھی لیکن اس سے پہلے جو خواجہ آصف والی تحریک ہے اس پر بھی بحث جاری تھی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : کون سی آئٹم پر۔

میر عبدالجبار : نمبر 5 ۔

چوہدری امیر حسین : اگر یہی اصول سامنے رکھنا ہے تو پھر آئٹم نمبر 4 پر بحث ہو سکتی ہے۔

میر عبدالجبار : جی ہاں نمبر 4 بھی زیر بحث تھی۔

چوہدری امیر حسین : یہ ٹھیک ہے کہ پہلے پر بھی بحث شروع ہو سکتی ہے لیکن محرک نہیں ہیں اس لئے آپ نے اس کو ڈیفر کر دیا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ایگری کلچر سے متعلقہ موشن کا وزیر بھی نہیں ہے۔

چوہدری امیر حسین: جی، دونوں کا کیس ایک ہی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: دونوں کے وزیر اور محرک نہیں ہیں۔

چوہدری امیر حسین : ان دونوں کو آئندہ روٹا ڈے پر رکھ لیتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم خان : یہ ٹھیک ہے کہ محرک نہیں ہیں لیکن سپیکرز تو ہیں۔ اس پر بحث جاری تھی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : مندوخیل صاحب، اس طرح تو پہلے آئٹم نمبر 4 کو لینا پڑے گا۔ کیونکہ اس کو نہ تو محرک ہیں اور نہ ہی وزیر ہیں۔ اب اس کا محرک اور وزیر بھی نہیں ہے اس لئے اس پر بھی بحث نہیں ہو سکتی۔ میں تو سمجھتی تھی کہ وزیر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں لیکن اگر وزیر صاحب بھی نہیں ہیں تو پھر آپ اس پر کس طرح بحث کر سکتے ہیں۔

چوہدری امیر حسین : جی محرک بھی نہیں ہیں۔

جناب عبدالرحیم خان : جناب والا! یہاں کافی وزیر بیٹھے ہوئے ہیں اور اکثر ایسے کیسز ہوتے ہیں کہ کوئی اور وزیر متعلقہ وزیر کی جگہ جواب دے دیتا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : تو پھر اس کو ڈیفر کر دیتے ہیں۔

چوہدری امیر حسین : ہماری طرف سے جواب آ جائے گا، محرک نہیں ہیں تو کوئی بات نہیں ہے۔

سید عبداللہ شاہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سید عبداللہ شاہ صاحب، پوائنٹ آف آرڈر۔

Syed Abdullah Shah: I will again beg your attention to the fact this House should not be made hostages to Ministers. It is their duty to come and be there. The entire business is suspended because the honourable Ministers are not available. What is he doing in the evening? He could be busy in the cabinet meetings often in the morning. In the evening session, we get just one Private Members Day in a week.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پھر تو شاہ صاحب، اس سے پہلے والے آئیٹم پر، یعنی پاپولیشن پر بحث شروع کروا دیتے ہیں۔

سید عبداللہ شاہ : جی، بے شک کریں۔ ہم وزیر کا انتظار نہیں کر سکتے ہیں۔ اسے یہاں ہونا چاہیئے۔

چوہدری امیر حسین : اگر آپ کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں۔ ہم یہاں جواب دینے کے لئے حاضر ہیں۔ ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پھر پاپولیشن گروتھ پر ہی بحث شروع کر لینی چاہیئے۔

جناب عبدالرحیم خان : یہ تو اس کو delay کرنے کا ایک بہانہ ہے۔ اگر آپ نے اس ایٹم کو پیچھے ہٹانا ہے تو ٹھیک ہے اس کو ہی لے لیں۔ پاپولیشن والے آئیٹم پر بحث کر لیتے ہیں۔ یا پھر اس آئیٹم کو فائل کر لیں۔

چوہدری امیر حسین : محترمہ میں گزارش کرتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی، جو نمبر 4 ہے اس کے بارے میں پاپولیشن وزیر صاحب نے خود مجھے فون کیا ہے کہ ان کی موشن کو نہ لیا جائے کیونکہ میں خود اس کو سنانا چاہوں گا۔

چوہدری امیر حسین : محترمہ میں اس پر گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جی، چوہدری امیر حسین صاحب۔

چوہدری امیر حسین : محترمہ! اس میں کوئی شک نہیں کہ معزز اراکین کا استحقاق ہے کہ وہ جس وقت چاہیں ہاؤس میں آئیں اور جس وقت چاہیں نہ آئیں لیکن اگر کوئی معزز رکن کوئی موشن پیش کر کے کوئی ریزولیوشن پیش کر کے ہاؤس میں نہیں آتے۔ تو اس سے بھی اس کی سنجیدگی کا پتہ چلتا ہے اور زرعی پالیسی کے جو محرک ہیں۔ He was very much here وہ یہاں موجود تھے [++++++++]

he is not serious about the agriculture policy.
تو اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ چونکہ اس وقت موجود نہیں ہیں۔ اگر ان کے ذہن میں یہ خیال ہوتا کہ محرک نے بھی آخر میں کوئی بات کرنی ہے تو یہاں تشریف رکھتے تاہم اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس پر بات کرنی چاہئے تو بے شک کریں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : چوہدری صاحب، بات یہ ہے کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے اس پر ہر ایک بولنا چاہتا ہے۔

چوہدری امیر حسین : میں تو چاہتا ہوں کہ اس پر بحث کریں۔

[بحکم ڈپٹی چیئرمین لفظ حزف کیا گیا]

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پاپولیشن کا تو میں اس لئے ڈیفر کر رہی ہوں کہ وزیر صاحب نے مجھ سے درخواست کی تھی۔ ایگریکلچر والے نے تو مجھ سے request نہیں کی ہے۔

چوہدری امیر حسین : جی، وہ بیمار ہیں اور وہ یہاں نہیں ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پھر بھی، پاپولیشن کے وزیر صاحب نے تو خود مجھ سے request کی ہے اس لئے میں اسے ڈیفر کرنا چاہتی ہیں۔ اس لئے میں ایگریکلچر والے موشن پر بات کروانا چاہتی تھی۔

چوہدری امیر حسین : محترمہ! میری آپ ذرا بات سن لیں۔ ذرا وضاحت ہو جائے گی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جی، جی فرمایئے۔

چوہدری امیر حسین : محترمہ! اصولی طور پر مجھے اس پر بحث کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ وہ زراعت کے وزیر ہیں، ان کا کام بھی وزیر مملکت برائے کوآپریٹو اور پاپولیشن پلاننگ کر رہے ہیں اب رانا نذیر احمد خان صاحب نے جناب کو فون پر request کی ہے کہ وہ آج ایوان میں حاضر نہیں ہو سکیں گے اس لئے جو بزنس

ہے وہ ڈیفر کیا جائے- کیونکہ یہ دونوں کام جو ہیں وہ رانا نذیر احمد خان صاحب look after کر رہے ہیں-

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اچھا، زراعت کو بھی وہی look after کر رہے ہیں-

چوہدری امیر حسین : جی ہاں، تو اس لئے میں گزارش کرتا ہوں کہ اس پر بحث ہو جائے گی اور یہ بڑا اہم معاملہ ہے اس میں سب کو participate کرنا چاہیئے اس لئے اگلے اتوار کو اس پر بحث کریں گے اور پورا دن کریں گے-

جناب عبدالرحیم خان : محترمہ! اس کو ملتوی کرنے کے لئے خصوصی طور پر یہ dilatory method استعمال کر رہے ہیں جناب وزیر صاحب، بات یہ ہے کہ اگر محرک نہیں ہے، اگر محرک ہو یا نہ ہو "اب یہ ہاؤس کی پراپرٹی ہے اس کے بعد یہ مسئلہ نہیں بنتا ہے کہ محرک ہے یا نہیں ہے- ہمیں آپ کوئی مثال دے دیں کہ کوئی ریزولیوشن، کوئی ڈسکشن، کوئی موشن، محرک کے بغیر ہم نے نہیں کیا ہے- ہم تمام ریزولیوشن پر بحث کرتے ہیں، ہم تحاریک التوا پر بات کرتے ہیں----

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ ذرا تشریف رکھیں-

جناب عبدالرحیم خان : آپ ذرا مجھے موقع دیں-

چوہدری امیر حسین : جی ہم بحث کے لئے تیار ہیں-

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ ایک سیکنڈ تشریف رکھیں، وہ تسلیم کر رہے ہیں- آپ ذرا تشریف رکھیں- میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں- چوہدری امیرحسین صاحب! چونکہ مجھے جہاں تک یاد پڑھتا ہے پاپولیشن پر بحث مکمل ہو چکی تھی صرف وزیر صاحب نے جواب دینا تھا لیکن زراعت کو موشن پر بحث مکمل نہیں ہوئی ہے اس لئے میں اب عبدالرحیم خان صاحب کو موقع دیتی ہوں کہ وہ اس پر بحث جاری رکھیں-

چوہدری امیر حسین : بالکل ٹھیک ہے جی-

جناب عبدالرحیم خان : محترمہ شکریہ! کم از کم آپ نے یہ رولنگ دی لیکن وزیر صاحب جس طرح اس کو پیچھے دھکا دے رہے تھے----

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں، انہوں نے تو agree کر لیا ہے۔ مندوخیل صاحب، آپ وزیر صاحب کو بھی appreciate کریں، انہوں نے agree کر لیا ہے۔

DISCUSSION ON AGRICULTURAL POLICY

جناب عبدالرحیم خان : آپ کی رولنگ نے بچا لیا ہے تاہم وزیر صاحب نے کسی اصول کی کوئی ایسی بات پیش نہیں کی ہے۔

محترمہ! پچھلے اجلاس میں ہم یہاں جو اہم اہم نکات زرعی پالیسی کے متعلق لائے تھے ان کے متعلق میں خاص خاص باتیں عرض کروں گا اور اس کی سمری عرض کروں گا۔ خصوصاً اس کے متعلق ہمارے صوبے کے حالات جو ہیں، جو particular facts ہیں اور جو خاص حقائق ہیں، ان کی طرف توجہ دلاؤں گا۔

نمبر (1) یہ ہے کہ زراعت کے لئے آب پاشی کا مسئلہ اہم ہے۔ ہمارے علاقے میں کوئٹہ میں اور دوسرے علاقوں میں پانی کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے علاقے میں جو بارشیں ہوتی ہیں اگرچہ وہ اوسط کے لحاظ سے----

محترمہ چیئرمین صاحبہ! اگر آپ توجہ فرمائیں تو میں عرض کروں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جی، بالکل۔

جناب عبدالرحیم خان : تو یہ بارشیں جوہیں اوسط کے لحاظ سے ہماری زراعت کے لئے کافی ہیں اور پھر ہماری جو آب و ہوا ہے اس میں جتنا پانی ہے اس سے بہترین زراعت ہو سکی ہے اوراس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی ضروریات بھی پوری کریں اور بیرون ملک بھیج کر زرمبادلہ بھی کما سکتے ہیں لیکن اس میں جو اہم مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو بھی پانی ہے یہ سارے کا سارا ضائع چلا جاتا ہے اس کے لئے اہم بات یہ ہے کہ پانی کی recharging کے لئے ایک پلان اور پراجیکٹ ہونا چاہیئے۔ اگر واقعی ہم

زراعت کو ترقی دینا چاہتے ہیں تو سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ پانی کی ری چارجنگ کے لئے پلان ہونا چاہیئے۔ ہماری گورنمنٹ نے، کم از کم چالیس پچاس سالوں میں ہمارے علاقوں کے لئے کوئی ایسا پلان تیار نہیں کیا ہے۔ ہمارے علاقے کے لوگوں نے اپنی محنت سے جو کام کیا ہے وہی کیا ہے۔ یہ محنت جو ہے یہ بھی manual labour ہے، اس سے ہم اپنی زمین تیار کرتے ہیں اور اسی طرح ہم محنت سے ہی کافی پانی کا ذخیرہ کرتے ہیں۔ ہماری جو بارانی زمین ہے وہ کاشت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہے تو اس سلسلے میں بالخصوص پانی و بجلی کے وزیر صاحب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اس وقت اپنی باتیں کر رہے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں نہیں، وہ سن رہے ہیں۔

جناب عبدالرحیم خان : تو عرض یہ ہے کہ پانی کے لئے ایسے پلان بنائے جا سکتے ہیں بلکہ بنانے چاہیئں۔ اس کا ذخیرہ ہو پانی کا، ری چارجنگ ہو اور اس کے ذریعے ہماری زراعت ترقی کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے لئے ٹرانسپورٹ کمیونی کیشن آج تک جو پالیسی بنائی گئی ہے، انگریزی کے دور سے کمیونی کیشن پالیسی ان کے امپیریلسٹ اور کالونیلسٹ مقاصد کے لئے ہوتی تھی۔ ہماری ترقی کے لئے نہیں ہوتی تھی۔ مثلاً پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان، ژوب، کوئٹہ یہ ایک اہم علاقہ ہے جس میں کافی زمین ہے۔ اس کو اگر آپ ترقی دیں گے تو اس کے لئے آپ کو کمیونی کیشن بنانے پڑیں گے۔ آپ کو سڑکیں بنانی پڑیں گی۔ آپ کو ریلوے لائن بنانا پڑے گی لیکن ہمارے علاقے میں کیا ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے اور اس کے لئے وزیر صاحب اور کابینہ کے دوسرے ممبرز آرگومنٹ بھی دیتے ہیں۔ یعنی کوئٹہ سے بوستان سے ژوب تک پہلے narrow gage line کا ٹرین ہوا کرتا تھا اس کے بعد ژوب سے ڈیرہ اسماعیل خان یا ژوب سے ٹانک، ٹانک سے بنوں اور کوہاٹ یہ لائن ہو سکتا تھا بلکہ وہاں narrow gage line تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اب گورنمنٹ نے ایک پالیسی بنائی ہے اور انہوں نے بالخصوص وہ سب لائن کاٹ دیئے ہیں۔

ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ ہماری خود انحصاری کی پالیسی ہے ، ہم اپنے آپ پر انحصار کریں گے لیکن دوسری طرف ہمارے اپنے resources کا استعمال اس کے لئے communication کا کوئی انتظام نہیں کرتے ۔ ابھی بوستان سے ژوب کا ہمارا ریلوے لائن مکمل ختم کر دیا ہے تو اس حوالے سے میں یہ عرض کروں گا کہ اگر خود انحصاری کی پالیسی ہے اور زراعت کو ہم نے ترقی دینی ہے تو اس کے لئے ہمیں communication پر بالخصوص زور دینا پڑیگا ۔ ابھی اس میں موٹر وے لاہور سے اسلام آباد ، اسلام آباد سے پشاور

اور پھر پشاور سے ہائی وے رتو ڈیرو تک - پھر رتو ڈیرو سے خضدار تک ، پھر خضدار سے گوادر - ہم نہیں سمجھتے کہ ہمارے کابینہ کے یا Communications کے منسٹر صاحب نے کس منطق کے تحت جو اہم پلان ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک انقلاب communication میں لے آئیں گے - اس سے ہم صنعت اور زراعت میں انقلاب لے آئیں گے لیکن جو اہم علاقہ ہے مثلاً پشاور سے کوئٹہ تک کا علاقہ جس میں زراعت ترقی بھی کر سکتی ہے اور انہوں نے مین روڈز جو ہیں وہاں ignore کر دیئے ہیں -

جناب پھر یہ بات بھی کی جاتی ہے کہ ہم ملک کے تمام علاقوں کے لئے خیال رکھتے ہیں - تمام علاقوں کی ترقی کے لئے ہم ہمیشہ کوشش کرتے ہیں اصل حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے موٹر وے یا ہائی وے پر کام جو ہے کوئٹہ تک پھر کوئٹہ سے خضدار تک پھر گوادر اس کو قصداً نظر انداز کیا گیا ہے تو یہ بذات خود زراعت کی ترقی کے لئے ، ٹرانسپورٹ کے لئے------ اور ابھی لوگ یہاں کہتے ہیں ہم نے سنٹرل ایشیا بھی جانا ہے ، وہاں بھی جانا ہے تو اس کے لئے communication line بہت ضروری ہے -

اس کے ساتھ خارجہ تعلقات میں ، بیرونی تجارت - اب آپ یہ دیکھیں گے کہ ہماری جو کچھ پروڈکشن ہے مثلاً ہمارے میوہ جات ہیں ، سیب ، سبزیاں ، دوسری چیزیں ہیں - آپ سنٹرل گورنمنٹ کا ریکارڈ چیک کریں تو وہ عربوں کے لئے یا خلیج کے لئے سبزیوں اور تجارت کا انتظام کرتے ہیں اس میں آپ کوئٹہ کی سبزیوں کی یا کوئی بھی چیز نہیں دیکھیں گے -

(اس مرحلے پر جناب خلیل الرحمن کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

Mr.Presiding Officer (Mr. Khalil-ur-Rehman):I know how the Caesar feels. Please continue

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب چیئرمین ! میں عرض کر رہا تھا تجارت کے لئے خارجی جو تعلقات ہیں ، خارجی جو قرار دادیں ہیں ان میں کم از کم ہمارے علاقوں کے لئے ، ہماری زرعی پروڈکشن کی ایکسپورٹ کے لئے آپ کو شا ذو نادر کوئی ایگریمنٹ نظر آئے گا حتی کہ انہوں نے جو طریقہ نکالا ہے ہم اس پر حیران ہیں کہ باہر سے ایران سے سیب منگواتے ہیں حالانکہ اس کی سب سے زیادہ پروڈکشن ہمارے علاقے میں ہے - ان

کے مال کی جو قیمت ہے وہ ختم کر دیتے ہیں - اس کے معنی کیا ہیں - اس کے معنی یہ ہیں ہمارے لوگ جو پروڈکشن کے نتیجے میں جس کی فری اجازت دے دیتے ہیں اور وہ وہاں لے آتے ہیں اگرچہ وہ کوئی ایسے طریقے نکال لیتے ہیں - بہر کیف وہ ہمارے حالات اور ہمارے علاقے کو نظر میں نہیں رکھتے - نتیجہ کیا ہے ہمارے لوگوں کو زراعت مجبوراً چھوڑنا پڑے گا - میں ان علاقوں کی مثال دے رہا ہوں جن علاقوں سے میں ہوں - خصوصی طور پر ہماری جو پسماندہ قومیں ہیں سب کے لئے یہ رویہ اختیار کیا گیا ہے - تمام دنیا میں ہم نے خارجی تجارت میں دیکھا ہے - زراعت کے بارے میں دوسرے لوگ کچھ رکھتے ہی نہیں ہیں - ان کے پاس دنیا میں زرعی پروڈکشن نہیں ہے- ہمارے پاس سب کچھ ہے لیکن ہماری جو پروڈکشن ہے اس کی ایکسپورٹ کا انتظام ، اس کے لئے contract کا انتظام ، اس کے لئے ایگریمنٹ کا انتظام کوئی نہیں کرتے- اس کے لئے جو پالیسی بناتے ہیں وہ پالیسی بھی کم از کم ہمارے مفادات کو نظر میں رکھ کر سنجیدہ طور پر نہیں بناتے- یہ زراعت کی ترقی کے لئے مختلف پہلو ہیں- اس کے ساتھ مثلاً بجلی ہے- پانی سے جو پیدا شدہ بجلی ہے اس کی قیمت بڑی سستی ہے لیکن ہمارے لوگ اپنے ٹیوب ویل کے لئے جو بجلی خرچ کرتے ہیں وہ خرچہ اتنا زیادہ ہوتا ہے، میرے خیال میں اکثریت ایسی ہے کہ ان کو مجبوراً بجلی کا استعمال چھوڑنا پڑتا ہے- کیوں؟ کیونکہ وہ قیمت اس طرح رکھ لیتے ہیں، اس پر خرچہ اتنا آتا ہے اور جو پروڈکشن ہے، اس سے جو آمدنی ہے، اس سے وہ پوری ہی نہیں ہوتی تو یہ سب چیزیں نظر میں رکھنی ہوں گی خواہ بجلی کی فراہمی ہے خواہ اس میں پانی کی فراہمی ہے خواہ اس میں کمیونیکیشن اور خارجی تجارت کا مسئلہ ہے اس کو نظر میں رکھنا ہو گا تو پھر ہماری زرعی ترقی ہو سکتی ہے-

اس کے ہیومن ریلیشن کا مسئلہ ہے یعنی زراعت میں ہیومن ریلیشن کا مسئلہ ہے یہاں کس طرح فیوڈل ازم رہا ہے اور فیوڈل رشتے رہے ہیں- کسان مزارع حتیٰ کہ زمین سے بندھے ہوئے غلام ہماری سوسائٹی میں اب تک ہیں اور ان کے بارے میں اپ نے بہت سی چیزیں سنی ہوں گی اور ان کے بارے میں بہت سی باتیں سنی ہوں گی کہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غلام ہو جاتے ہیں اور کم از کم اس کیس کا آپ کو مردان میں علم ہے اگرچہ وہ پروپیگنڈہ مختلف نقطہ نظر سے کیا جاتا ہے کہ مردان میں کچھ لوگ ایسے زمین سے بندھے ہوئے ہیں- فلاں فلاں نے ان کو پیسوں سے رہا کیا لیکن اس پر مجموعی طور پر گورنمنٹ کی پالیسی ایسے لوگ جو زراعت میں ہوں اور زمین سے ایسے بندھے ہوئے ہیں اور ابھی جو زرعی اصلاحات ہوئے ہیں وہ اطمینان بخش نہیں ہیں- اس کے بارے میں ہم اس ہاؤس کو اور آپ کو یہ کہیں گے آپ مہربانی کریں tenancy کا جو ایکٹ ہے tenancy کے laws کو

democratic کریں اس میں لینڈ لارڈ اور tenancy کے ریلیشن ہیں وہ ڈیموکریٹک بنائے جائیں۔ ان کا رشتہ بس اس حد تک ہو جیسے کسی مکان کے مالک اور کرایہ دار کا ہو۔ جب کسی کو مکان کرائے پر دیتے ہیں تو ہمارا رشتہ یہ ہے کہ اس کو کرایہ دیتے ہیں اور وہ ہمارا مالک مکان ہے۔ اس کے بعد ہمارا سیاسی، سماجی کوئی ایسا رشتہ جو بالا دستی کا ہو رشتہ نہیں رہتا کہ ہم ایک دوسرے کے بالا دست ہوں اور اگر میں لینڈ لارڈ ہوں تو تمام وہ لوگ جو میرے مزارع ہوں یا دوسرے ہوں اور وہ میرے غلام ہوں اور وہ ووٹ بھی مجھے دیں اور دوسرے سماجی رشتوں میں ایسے حالات ہوں کہ میرے خاندان میں شادی ہو اس کے لئے بھی وہ serve کرے۔ لکڑی کا بھی انہوں نے بندوبست کرنا ہے اور دوسری ضروریات بھی انہوں نے فراہم کرنی ہیں۔ اور یہ ہے جناب والا! ہمارے ملک میں ابھی تک ایسے رشتے ہیں ٹھیک ہے کہیں کہیں ایسا ہوا ہو گا کہ کچھ democratic عمل ہوا ہو گا اور ابھی تک کچھ آزادی مل گئی ہو گا یا ان کے حقوق کی کچھ گارنٹی مل گئی ہو گی لیکن مجموعی طور پر tenancy کے حوالے سے ابھی تک جمہوری اصول اور قوانین نہیں بنے۔ حتیٰ کہ زمین کی زرعی اصلاحات میں بھی ایسا راستہ اختیار کیا گیا کہ جمہوری اصلاحات کو لوگوں نے avoid کیا۔ ان اصلاحات میں ایسے loop hole چھوڑے گئے کہ انہوں نے اس کو avoid کیا۔ ابھی جو ہمارے وزیراعظم بڑے اچھے انداز میں پھر رہے ہیں اور بڑی بڑی تصویریں آتی ہیں ٹیلیویژن پہ اور ہاریوں کو بڑی زمینیں دیں اور یہ کیا وہ کیا، ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے آپ زمینیں دیتے ہیں لیکن یہ صرف show کے لئے نہ کریں اور لوگوں میں ایسے ہی image نہ بنائیں بلکہ واقعی ہمارے ملک میں لوگوں کے پاس زمین نہیں ہے اگرچہ لوگوں کے پاس ہاتھ ہیں، محنت ہے اور وہ مزدوری کرنا چاہتے ہیں لیکن ایسے قوانین ہیں جس سے ان کو مزدوری کا موقع نہیں ملتا۔ اسکے لئے واقعی جمہوری اصلاحات ہونے چاہئیں ہر معنوں میں، زمین کی ملکیت کے حوالے سے بھی جمہوری اصلاحات ہوں اور پھر یعنی لینڈ اونر اور مزارع کے آپس کے رشتے بھی جمہوری ہوں۔ تو انسانی رشتہ جو ہے وہ بھی اس طرح ہونا چاہئے کہ ملک میں جمہوری اصلاحات ہوں تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ زراعت مجموعی طور پر ترقی کر سکے گی اور زراعت کی ترقی کے ساتھ ہمیں روزگار کے مواقع ملیں گے۔ اور ہم سماجی اور سیاسی طور پر زندگی کے ایسے ادوار پر جا سکیں گے کہ ہمارا ملک آباد ہو سکے گا۔ جناب چیئرمین! میں نے آپ کا کافی وقت لیا بہر صورت یہ اس کے اہم نکات ہیں، آپ کی بڑی مہربانی۔

Mr. Presiding Officer: Rehan Sahib, would you like to speak?

Dr. Muhammad Rehan: Yes. Sir, thank you.

جناب چیئرمین ! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بھی اس اہم قومی معاملے پر موقع دیا کہ میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں۔ میں نے بھائی عبدالرحیم خان کو بڑے غور سے سنا، انہوں نے بڑی اچھی اچھی باتیں کیں اور تجویزیں دیں۔ اور اس سے قبل جب اس معاملے پہ بحث ہو رہی تھی اس میں بھی کافی اس ایوان نے contribution کیا خیالات کا اظہار کیا گیا۔ تجاویز دی گئیں۔ جناب آج میں بھی اپنے محدود علم کے مطابق کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔ جناب جس صوبے سے میرا تعلق ہے اسی سے آپ کا بھی ہے۔ وہاں پر اس کے ضمن اور اس کے حوالے سے، کیونکہ انسان اس معاملے پہ اچھی بات کر سکتا ہے جس سے اس کا تعلق رہا ہو۔ جناب ہمارے صوبے میں سوائے مردان اور چارسدہ ضلعوں کے علاوہ کسی کی بڑی زمینیں نہیں ہیں۔ وہاں صرف وہی ایک دو ضلعے ہیں یعنی ان کا معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح پنجاب یا سندھ کا ہے۔ جہاں پر بڑے بڑے فارمز ہیں میلوں پر پھیلے ہوئے ہیں اور ہزاروں ایکڑ کے ہیں اور جس پر وہ آجکل پالیسی بنائی جاتی ہے یہ میں اس ضمن میں عرض کروں کہ موجودہ حکومت اس معاملے میں، میں سمجھتا ہوں کہ کافی مخلص ہے اور ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے بڑی مفید سکیمیں لا رہی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جہاں پر لوگوں کی تھوڑی زمینیں ہوتی ہیں مثلاً میں یہ کہتا ہوں میرے لیڈر آف دی ہاؤس زمیندار ہیں اور مجھ سے اس معاملے میں زیادہ علم رکھتے ہیں۔ جناب ہمارا جس علاقے سے تعلق ہے وہاں پر اگر ایک آدمی کے دادا کی چالیس جریب زمین تھی یا 30 جریب زمین تھی تو وہ تین چار بیٹوں میں تقسیم ہو کر تو پانچ پانچ جریب رہ گئی۔ اب اس کے بعد اس کے بیٹے کے چار پانچ بیٹے تھے تو ان میں دو دو یا اڑھائی اڑھائی جریب رہ گئی یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ ملک کی آبادی جو ہے وہ ہمارے لئے بڑا سنگین مسئلہ ہے جو کہ ایک human bomb ہے population bomb ہے۔ جس سے آج ہمارے ملک کے سارے مسائل کی جڑیں اس سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن اگر یہی آبادی کا رونا روتے رہیں تو اچھا نہیں ہوگا بلکہ جو موجودہ صورت حال ہے جو لوگ زندہ ہیں ان کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

جناب میری یہ عرض ہے تو جب ایک آدمی فوت ہو جاتا ہے اس کے چار پانچ بیٹے ہوتے ہیں ان میں آپ نے زمین تقسیم کر دی ایک ایک جریب، اور جو ہمارا سرکاری طریقہ کار ہے یا پنجاب سندھ کے حوالے سے، دو دو ایکڑ زمین رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ کافی بیچ میں راستے اور نالیاں بنا دی جاتی ہیں تو وہ بھی ضائع ہوگئی۔ اس کے بعد جو اس کے

پاس حقیقی زمین رہ جاتی ہے وہ تقریباً ڈیڑھ ایکڑ یا دو اڑھائی ایکڑ رہ جاتی ہے۔ آپ اندازہ کریں جی علم اقتصادیات کے ماہرین کہتے ہیں کہ سب سے کم اکانومک یونٹ جو ہے land holdings کا وہ twelve and a half acre ہے یا 25 جریب کا، جس پر ایک خاندان کو آبپاشی کی ساری سہولتیں میسر ہوں جس کے لئے وہ دوسری چیزیں فراہم کر سکتے ہیں۔ تو اس میں ان کا گزارہ چلتا ہے لیکن جہاں پر تین یا چار جریب زمین ہو وہاں آپ انداز کریں کس طرح وہ لوگ گزارہ کرتے ہوں گے۔

جناب کیا معاملہ ہو جاتا ہے آپ خوب واقف ہیں تو بات کس طرف چلی جاتی ہے۔ سارا دن وہ بھائی اگر کہیں نوکری کرتا ہو تو وہ بھی گھر آجاتے ہیں۔ پہلے جا کر پٹواریوں کی منت سماجت کرتے ہیں۔ پھر وہ جا کر فیتے لے کر کبھی زمین کو ادھر سے اور کبھی ادھر سے ناپتے ہیں۔ پھر اسی کے ساتھ لڑائی ہو جاتی ہے۔ بندوق بھی اٹھا لیتے ہیں تو بجائے اس کے وہ کچھ زمین سے حاصل کریں جو کچھ انہوں نے باہر سے یعنی فوج سے ملیشیاء وغیرہ سے کمایا ہو تو پھر وہ دشمنی کی نذر ہو جاتا ہے۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ آج کل inputs اور insecticides مہنگی ہوگئی ہیں۔ ٹریکٹر کے لئے ڈیزل مہنگا ہو گیا ہے یعنی اس کے ساتھ پانی جو ہے یعنی inputs تو جناب ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ زراعت تو زمین پر ہوتی ہے۔ تو اس کی طرف بڑی اہم توجہ دینی چاہیئے کہ ان کی جو تین چار جریب land holding ہوتی ہے بجائے اس کے کہ وہ ان کے لئے خوشحالی ہو ان کے لئے وبال جان بن جاتی ہے۔ تو آج جناب ہم جس کو دیکھتے ہیں جس راستے سے گزرتے ہیں اور اتفاق کی بات ہے کہ ہم سینیٹر ہیں تو جہاں بھی جاتے ہیں تو سب سے پہلی بات یہ ہوتی ہے کہ جناب یہ ہمارے بیٹے تعلیم یافتہ ہیں انہوں نے یہ کیا ہے تو ان کے لئے نوکری ملازمت کا بندوبست کریں۔ کیوں اس کی وجہ یہ ہے کہ تھوڑی بہت جو زمین رہ گئی ہے اس پر کاشت ہوتی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات یہاں پر ہاؤسنگ کی کوئی پالیسی نہیں ہے۔ یہ اس گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے۔ جب سے یہ ہمارا ملک بنا ہے اس وقت سے کوئی ہاؤسنگ پالیسی نہیں ہے۔ ایک گھر میں دو تین بھائی ہوتے ہیں۔ ان کا پھر اس میں گزارہ نہیں ہوتا۔ وہ جا کر اپنے کھیت میں گھر بنا لیتے ہیں۔ تو جدھر کھیت میں گھر بنا لیا تو اس کے آس پاس کہیں بھی کاشت نہیں ہو سکتی کیونکہ بچے بھیڑ بکریاں اور مرغیاں کھیت میں نقصان پہنچاتی ہیں۔ تو یہ جناب اس کے لئے بڑا عذاب بن گیا۔ میں جانتا ہوں اور آپ بخوبی واقف ہیں کہ دنیا میں ہر آدمی کی زرعی زمین نہیں ہوتی۔ اس کا ایک منصوبہ ہوتا ہے۔ زراعتی زمین ٹھیک ہے

امریکہ میں تین فیصد لوگوں کا بھی دارومدار زراعت پر ہے۔ لیکن وہ دنیا میں 1/3 خوراک جو ہے وہ سب آپ کے لئے وہ پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ سائنسی طریقہ ہے۔

جناب میں کہتا ہوں کہ آج کا زمانہ ہے سائنس کا سائنس صرف نیچرل سائنس نہیں ہے بلکہ سوشل سائنسز بھی ہیں۔ تو یہ معاملہ میں بتا دیا اس کا کوئی حل ہونا چاہیئے۔ یہ اس طرح حل نہیں ہوگا کہ جی ہم نے یہ کر دیا وہ کر دیا۔ نہیں ایک سائنسی حل چاہیئے۔ اس کے لئے سوشل سائنٹسٹ نے حل دیئے ہوئے ہیں۔ ان کو اٹھانا چاہیئے۔ اس میں سوشل سائنس ایک حقیقت ہوتی ہے، اس میں arguments, reason ہوتا ہے۔ اس میں یہ کچھ انسان کو convince کرتا ہے۔ اس کے مطابق اس کا حل ہونا چاہیئے۔ اور اس سلسلے میں، میں وزیراعظم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور complement کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک اچھا قدم اٹھایا۔ انہوں نے جو کچے کی زمینیں وہاں پر بے زمین لوگوں میں تقسیم کر کے مستحسن قدم اٹھایا ہے۔ اور جو لوگ ہمیں ملتے ہیں وزیراعظم کو آفرین کہتے ہیں۔ تو آخر میں میری یہی عرض ہے کہ یہ جو ہماری تھوڑی land holings ہیں اور جو وہ ہمارے لئے ایک قسم کی جائیداد نہیں ہے اور یہ ہمارے لئے ایک مصیبت بنی ہوئی ہے اس کا کوئی طریقہ نکالیں۔ شکریہ!

Mr. Presiding Officer: Abdullah Shah Sahib would you like to say some thing?

Syed Abdullah Shah: Sir, permit me to say that we have no Agricultural policy and therefore we do not know how to discuss something which does not exist. For the purpose of agriculture, there are three, four necessary ingredients which *are sine qua* non for proper agriculture in the country. The basic thing is water and power. Fortunately the Minister for Water and Power is sitting here and I hope he would be kind enough to make a note of our submissions and try to do whatever is possible. Then, will come the question of seeds and research. Thirdly is fertilizer and fourthly pesticide. Then, Sir, is the question of marketing the agricultural products, lack of crop insurances to the farmers although agriculture is the most hazardous

profesion. They can loose every thing just by one stroke of nature but there is no remedy for that and lastly we have absolutely no agro-based industry in this country. This is not based on facts. You now just get some sort of popularity you give figures which are totally falacicus. It is not going to help the agriculture of this land.

خصوصاً جناب صوبہ سندھ میں وہاں پر sub soil پانی جو ہے وہ کڑوا ہے It is not fit for agriculture اس کے اوپر بھی کوئی توجہ نہیں دی لیکن ایک جو بڑی ٹریجڈی ہو رہی ہے اس وقت جو میں پہلے جام صاحب کے گوش گزار کر چکا ہوں جب اس نے مہربانی کر کے ہماری واپڈا والوں کے ساتھ ایک میٹنگ کرائی میرے حلقے میں میرے ڈسٹرکٹ میں ایک بڑی جھیل ہے "منچھر جھیل" ہے۔

It is supposed to be the biggest fresh water lake in Asia. It is supposed to be covering an area of 100 square miles, but not it is silted up. The water has spread to much greater extent and about 60 thousand acres of surveyed land of small land-owners is under water. This has happened from 1970 onward. Since 1970 those owners of the small portion of land, they are not big landlords, is lying under water, the land owners have gone into debts. They have not been paid any compansation but that is a part. What are they doing to Mancher? Now, the WAPDA, in its wisdom, has thought it fit to throw the seepage water, through MNVR drain, in the sweet water lake. Can you, Sir, ever imagine that sweet water lake is being spoiled by directly putting into it the seepage water from the whole province of Sindh and may be of Punjab. We raised the matter before the Member Water and in presence of Minister and I must say the Secretary Water and Power Mr. Poonegar was kind enough and intelligent enough to understand our problem. But the Member Water was flying in the air, saying, there is long term project, this water ultimately will be taken back to the desert but by the time it happens, Sir, what is actually

happening now that at least two tehsils of Dadu district, that is Johi and Sehven ---- because we use this water not only for fissing but also for agriculture purposes. So, people by compulsion have to use this water for their land which is now becoming water-loggesd and saline.

Thousands of acres have been wasted by the operation of the WAPDA authorities and nobody, perhaps, cares as what is happening there. Because the policies of agriculture are to be made in Islamabad. Sir, I request, please de-centralize, please take decisions where the things are happening. You do not know what is happening, in Islamabad, Sir. One Secretary of Agriculture in Sindh Government told me long time ago that in the Sindh Province we can not even put the seed of our choice unless Islamabad approves. I fail to understand Sindh has got an Agriculture Research Institute at Tando Jam. They are making lot of Research work there. They make some new varities but they are not supposed to be grown unless Islamabad clears. Sir, if this is the policy of agriculture how are you going to develop it and what is the result, Sir? Overall in the Sindh province per acre yield of each and every crop is coming down and nobody is bothered about as to what is going ultimately to happen. So, this much about the seed quality and about water.

Then, Sir, the Power side - the long break downs of Power at crucial times destroys the crops. There has to be some sort of co-ordination between the water authority, Power Authority. Water should be available at proper time when the crops need it. There are closures which were decided in our provinces, may be also in Punjab in days of Britishers. So, much climatic changes have taken place but the closures are strictly observed on the same dates without realizing

that the crop patterns have changed, therefore, the closure period have to be different. But nobody has taken even note of this very obvious fact. This does not require any philosophy or grateater technology. You change with the time, you change with the weather, crops change also with the weather and the weather conditions. This has not been considered by the agriculture policy of this Government of Pakistan or in the provinces.

Mr. Presiding Officer: Abdullah Shah Sahib we have some more speakers so if you could...

Syed Abdullah Shah: I will also make a request and very earnest request that something should be done to provide crop insureance because a poor farmer, Sir, our farmers are not rich. Here things have been said that there have been very very big farmers. Of course, I know that some farmers, some land owners by fraud have retained more land than what they can do under the law. I want action to be taken against such law-breakers but that does not mean that every land-owner should be certified as being a bad boy. We feed the nation, we work for the nation and we should not be given that sort of treatment. So, they must make some provision, Sir, for crop insurance as well and also proper marketing facilities have to be developed on scientific lines so that the growers, who work hard on the land, be properly paid in compensation for his labour.

Lastly, Sir, I will again make a request that agrobased industry be kindly developed in the rural areas. In fact the population in big cities is the reason of un-employment if you provide employment to the people in the up-country, in the rural areas at their home, nobody will rush to the big cities and this will solve the problems of your

cities also of un-employment and lawlessness. Thank you, very much.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ جناب شاہ صاحب- جناب فضل آغا صاحب- would you like to say something?

سید محمد فضل آغا: شکریہ جناب چیئرمین، میں زیادہ ٹائم نہیں لوں گا کیونکہ basically زیادہ agriculture sector جو ہے وہ provincial subject ہے- لیکن کچھ باتیں ایسی ہیں جو فیڈرل گورنمنٹ سے concernedہیں- اس میں سب سے پہلے تو میں گزارش کروں گا کہ جیسے شاہ صاحب نے بہت تفصیل سے فرمایا ہے کہ ایگریکلچر کی جو commodities ہیں، ایگریکلچر مشنیری ہے، pesticides ہیںاس کی cost دن بدن بڑھ رہی ہے اور گورنمنٹ نے کبھی بیٹھ کے اس پر سنجیدگی سے نہیں سوچا کہ اتنے expensive مشینری اور pesticides اور دوسری جو ادویات سے فصلوں کو بچانے کے لئے اور اس کی کوالٹی بھی- اس ہاؤس میں مختلف اوقات میں اس قسم کے پریویلیج موشنز بھی آئے اور ایڈجرنمنٹ موشنز کہ وہ فلاں دوائی خراب نکلی- فلاں میں زہر نکلا فلاں آؤٹ آف ڈیٹ تھی- تو میں سمجھتا ہوں کہ زرعی پالیسی میں بہت بڑا عنصر یہ ہے کہ اس کو جو commodities ہے یعنی اس کی produce بڑھانے کے لئے کوالٹی improve کرنے کے لئے آپ جو مشینری امپورٹ کرتے ہیں اس کا بھی خاص خیال رکھا جائے- اور اس کی کاسٹ کا بھی اور اس کے بعد جو agriculture produce ہے اس سے فصلات کو بچانے کے لئے جو pesticides اور جو دوسری ادویات ہیں ان کی کوالٹی اور اس کی کاسٹ اوران ٹائم اس کی avilability کا بھی خیال رکھا جائے یہ ایک major issue ہے-

دوسری گزارش یہ ہے کہ اس ملک میں یہ بھی کہا جاتا ہے واٹر سپلائی یا واٹر منیجمنٹ کا جو سیکٹر ہے وہ بھی بہت poor ہوا ہے- اور اس ملک میں بہت سے agriculture areas جو ہیں وہ waterlogged ہوگئے ہیں یا sanitly کا شکار ہوگئے ہیں- اس کے لئے بھی خاطر خواہ اقدامات نہیں کئے گئے ہیں---- خاص طور پر پنجاب اور سندھ میں problems بہت زیادہ ہیں-

جہاں تک بلوچستان کی بات ہے، میں بلوچستان کے حوالے سے دو چار پوائنٹ آپ کے گوش گزار کروں گا- ایک تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں total dry weather ہے- اور کچھ بارشیں سردیوں میں تین چار مہینے کے لئے ہوتی ہیں اور وہ بھی پانی جو ہے وہ run off ہو

کے چلا جاتا ہے۔ ہم نے بار بار گورنمنٹ سے گزارش کی، پروانشل لیول پر بھی اور فیڈرل لیول پر بھی، کہ بلوچستان بہت بڑا ایریا ہے۔ اور ایک وقت آئے گا کہ ہمارا ملک اس کی ہی طرف دیکھے گا، اور ان زمینوں کو آباد کرنے کے لئے ہمیں سوچنا پڑے گا۔ تو بلوچستان کی زمینوں اور اس کی ایگریکلچر کو پوسٹ کرنے کے لئے وہاں پر سمال ڈیم بنانے کا پائلٹ پراجیکٹ فیڈرل گورنمنٹ کو ہاں شروع کرنا چاہیئے اور کم از کم سال میں دو تین سو کے قریب وہاں پر ڈیم بننے چاہیئیں۔ تاکہ وہ پانی جو سردیوں میں بارشوں میں آتا ہے۔ اس کو بلاک کیا جا سکے۔ وہ ڈیم جو ہیں جی وہ multi purpose کے ہوتے ہیں۔ surface irrigations بھی آپ اس سے کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد surface water table جو سالانہ ہم وہاں سے پانی collect کرتے ہیں۔ آج کل وہ اگر 100 کیوبک فٹ پانی ہے۔ تو وہاں پر recharge سے وہ 70 کیوبک فٹ پانی ہوتا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ سالانہ 8 سے 10 فٹ تک water table surface water جو ہے وہ ڈاؤن ہو جاتا ہے۔ تو اگر وہ ہم نے چیک نہ کیا تو ایک national disaster ہوگا اور بلوچستان پورا جو ہے وہ صحرا میں تبدیل ہو جائے گا۔ تو اس لئے بہت ضروری ہے وہاں پر سمال ڈیم بنائے جائیں۔ جس طرح سوائے نصیر آباد کے ہمارے عبدالرحمان جمالی ہیں بن رہے ہیں۔ چونکہ ان کے watering بھی ہو رہی ہے۔اور ان کو سندھ سے بڑا پانی مل رہا ہے۔ میں کچھ اس طرح کی بات کر رہا ہوں یہ خوش بیٹھے ہیں۔ اس لئے کنارے پر بیٹھ کر ہمیں تو کوئی پرابلم نہیں ہے۔ لہذا پورے بلوچستان کو نہیں۔ پورے بلوچستان کو ایک پرابلم ہے۔ سوائے اس کے ایریا کے۔ تو وہ جب تک یہ ڈیم نہیں بنیں گے multi purposes ڈیم ہیں۔ ایک تو water table ہے جو وہ نیچے چیک ہوگا۔ وہ re-charge ہوں گے۔ دوسرا یہ ہے جی کہ جو flood water آتا ہے۔ وہ جو down stream زمینیں ہیں۔ ان کو کاٹتا ہوا۔ اور وہ scollring کرتا ہوا۔ سمندر کی طرف چلا جاتا ہے۔ تو وہ یہ ایک تو یہ گزارش ہے، گورنمنٹ سے recommendaties ہے کہ جی وہاں پر ایک پائلٹ پراجیکٹ کے پروگرام سے کسی بھی فنڈ سے جو available ہو، ان دونوں ایجنسیوں میں یا سپیشل اے ڈی پی پی کے تھرو ہو یا کچھ بھی ہو وہاں پر delay action dams programme اور ان کی cost بھی 10 لاکھ سے maximums 50 لاکھ تک کافی ہے۔ 10 لاکھ ہیں۔ 12 لاکھ ہیں، 15 لاکھ ہیں، 20 لاکھ ہیں، defferent areas ہیں۔ مطلب میرا یہ ہے کہ جہاں جہاں پہاڑوں سے یا جو slopes ہیں۔ آپ کو catchment areas اور fund ایریاز available ہیں۔ وہاں ڈیمز بنائیں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ جی جام صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ کہ بلوچستان میں بجلی کی جو سپلائی ہے نہ تو وولٹیج پورا ملتا ہے اور نہ اس میں continuity ہے۔ جب ملک میں آپ

لوڈشیڈنگ ختم کر دیتے ہیں کہ لوڈ شیڈنگ نہیں ہے۔ تب بھی وہاں 4 سے 6 گھنٹے تک لوڈ شیڈنگ رہتی ہے۔ آج کل بھی بلوچستان میں یہی ہے کہ کہیں بھی آپ کو پوری وولٹیج نہیں مل رہی ہے اور لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے۔ اور ہمارے ہاں ایگریکلچر کے لئے الیکٹرسٹی بہت ضروری ہے۔ village electrification کی عیاشی تو ہم afford نہیں کرسکتے ہیں۔ چونکہ ہمارے ہاں بارانی سیلونی ہے۔ کوئی نہریں نہیں ہیں تو وہ واٹر جو نیچے سے ٹیپ کرنا پڑتا ہے۔ ٹیوب ویل اور open surface well لگاتے ہیں۔ جس پھر بجلی کی availability پر defend کرنا پڑتا ہے۔ اور بجلی جب بھی جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا جب بھی فصلوں کے دن آتے ہیں تو ان کی voltage- stoppage اور وہ لوڈشیڈنگ اور پتہ نہیں breakage اور کیا کیا ہو جاتے ہیں۔ جس سے زمینداروں کی ساری فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ اور یہ بھی subject ہمیشہ پچھلے چند سالوں سے اس لئے چلا رہے ہیں کہ خدارا بلوچستان کے لئے وہاں سے ایک ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف سے ایک گرڈ لانے کی ضرورت تھی وہ بھی پروپوزل ان کو دی تھی وہاں سے لنک کر کے اگر نیچے سے کوئی یا کہیں سے ڈراپ ہو جاتا ہے تو اوپر سے ہمیں Frontier سے بجلی وہاں سے ملے کیونکہ بلوچستان کا صرف اور صرف بجلی پر اس کا انحصار ہے سوائے نصیر آباد سیکشن کے۔ باقی پورے بلوچستان میں یہی ہو رہا ہے۔ اور پھر اس کے علاوہ جیسے انہوں نے عرض کیا وہاں پر تین چار بڑے ایک قسم کے پراجیکٹس ہیں۔ اگر اس کو ہم develop کریں اور consider کریں تو پورے پاکستان کی ایگریکلچر میں ہم خاطر خواہ مدد کر سکتے ہیں۔ ایک تو میں وزیراعظم کا ممنون ہوں کہ ابھی جب وہ کوئٹہ آئے تھے تو میرانی ڈیم کے لئے انہوں نے آدھا جو اس کا cost ہے وہ فیڈرل گورنمنٹ سے سپانسر کرنے کے فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ ضلع پشین میں بند خوشدل خان کے نام سے بہت بڑا ڈیم ہے جو کہ آج سے 100 سال پہلے برٹش گورنمنٹ کے ٹائم میں ہوا تھا اور اس سے پورے district area نہیں ہوا تھا۔ اس سلسلے میں پچھلی گورنمنٹ میں، جونیجو صاحب کے زمانے میں اس کی feasibility وغیرہ تیار ہوئی تھی کوئی 16-17 کروڑ کے لگ بھگ اس پر کاسٹ آیا تھا۔ کہ اس کا یہ feasible ہونے کا کرکے اس پر implementation شروع کریں گے۔ وہ بھی پراجیکٹ جو ہے پتہ نہیں کون سے کولڈسٹوریج میں چلا گیا ہے۔ اور وہاں پر کوئٹہ کے نزدیک ہی جی وہ غزہ بند کے قریب ایک پراجیکٹ تھا اس پر بھی اتنی کاسٹ آرہی تھی۔ اور اسی طرح نوشکی کے ایریا میں اس قسم کے پراجیکٹس ہیں تو گزارش یہ ہے کہ اگر دو چار اس قسم کے بڑے پراجیکٹس اور وہ minor irrigation dams جو ہیں وہ اگر لئے جائیں تو وہاں پر آپ کو پتہ ہے 47 فیصد ٹوٹل ایریا ہے اور اس کو اگر آپ زیر کاشت لائیں تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کوئی چیز باہر سے منگوانے کی ضرورت ہو۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ وہاں پر سیوریج فلڈز کی جب delay protection نہیں ہوتی تو فلڈ سے damages بڑی ہوتی ہیں۔ فلڈ protection کے لئے کوئی پروگرام ہمارے پاس نہیں ہے۔ وہاں پر فلڈ protection کی بھی بہت ضرورت ہے۔ اس لئے بھی ایگریکلچر سیکٹر میں اس کو بڑا serious part دینا چاہیئے کہ وہاں پر جب تک delay action dame اور دوسرے بڑے ڈیمز نہیں ہیں۔ کیونکہ terrain بہت زیادہ ہے۔ تو وہ نچلی زمین کو خراب کرتے ہوئے لے جاتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ ہمارے ہاں دو اہم سیکٹرز ہیں ایک تو زمین کی levelling اور دوسری یہ ہے کہ الیکٹرک سپلائی ریگولر ہونا تاکہ وہ water tap کر سکیں تو میری شنید میں آیا ہے جی میں نے خود بھی اس دفعہ کچھ بلڈوزر تعمیر وطن پروگرام میں دیئے تھے تاکہ ہم زمینداروں کو 50-50 ، 100-100 ، 150-150 گھنٹے کے وقت کے مطابق دے کے وہ اپنی زمینیں خاص کر ویلیجز میں جو ہیں وہاں پر levelling کی بڑی ضرورت ہے۔ تو ابھی شنید میں آیا ہے کہ تعمیر وطن پروگرام میں اس کو disallow کر رہے ہیں۔ اس کے اور بھی reasons ہو سکتے ہیں۔ خدشات اپنی جگہ صحیح بھی ہوسکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک بلوچستان کے حوالے سے میں گزارش کر رہا ہوں کہ ہمارے وطن کی تعمیر اس کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ جب تک ہم زمین لیول کر کہ زمیندار کو نہیں دیں گے۔ اور ایک زمیندار کو اگر آپ نے 15 ایکڑ یا 10 ایکڑ زمین لیول کر کے دی تو پوری فیملی جو ہے اس کی زندگی بن جاتی ہے اور جو ایمپلائمنٹ کا جو پرابلم ہے وہ بھی حل ہو جاتا ہے۔

یہ چند ایک گزارشات تھیں جو زیادہ تر تو یہ ہے کہ وزیر صاحب آخر میں شاید یہ فرمائیں گے کہ جی یہ پراونشل سبجیکٹ ہے اور زیادہ تر باتیں پراونشل گورنمنٹ کے اختیار میں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں لیکن دو تین باتیں جو ہیں واپڈا سے ہیں۔ pesticide ہیں۔ اور زرعی مشینری کا جو کاسٹ ہے اوراس قسم کے جو فیڈرل پراجیکٹ ہیں۔ فیڈرل گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے۔ اور انہیں کرنا چاہیئے۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب فضل آغا صاحب۔ فصیح اقبال صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سید فصیح اقبال: میں مشکور ہوں، میں تو پہلے سے تیار بیٹھا تھا۔ کیونکہ میرے دو موشن disallow پہلے ہوئے تھے۔ جناب چیئرمین صاحب یہ ایگریکچرل پالیسی پر بحث تھی۔ لیکن ماشاء اللہ ہمارے معزز ممبران نے اس کوپورا یعنی ہر طرح سے ایگریکلچرل، واپڈا جتنے اس میں commadities اور allied چیزیں تھیں ان پر بحث ہو چکی ہے۔ میں صرف سب سے پہلے

یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ملکی زرعی پالیسی کے اوپر آپ کو علم ہے کہ پاکستان سے پہلے یہ علاقہ ایشا میں فوڈ باسکٹ کہلاتا تھا۔ یہ خطہ پورا۔ اور جس میں سندھ پنجاب خصوصاً شامل تھا۔ پاکستان کے قیام کے بعد آپ نے دیکھا۔ کہ دن بدن ہمارے جتنی آباد بڑھی ہے اور اس حساب سے زرعی اجناس کم ہوتی گئیں۔ پچھلے 15 سالوں کے اندر آپ نے ٹوٹل امریکہ سے گندم منگوائی۔ آپ نے ہاتھ پھیلائے دنیا کے سامنے پھر آپ نے hard earned foreign exchange عوام کا خریدا اور اس ڈر سے کہ اس نے ہمارے تین چیزیں ہیں۔ کہ ابھی تک پاکستان میں یعنی ایسی کوئی گورنمنٹ نہیں۔ کسی پالیسی پر کسی جگہ consensus نہیں کر سکی۔ سب سے پہلے بڑا جرم اس حکومتوں نے کیا کہ جب ایگریکلچرل کمیشن تین بن چکے ہیں۔ پاکستان میں اور سب سے اچھا ایک ایگریکلچر کمیشن بنا تھا جونیجو صاحب کے وقت میں جس میں کہ اس نے ان تین کمیشنوں کی رپورٹوں کو جو الماریوں میں بند پڑی تھیں۔ ان پر بھی غور کیا۔ اور نئے ہر صوبے سے کئی ممبرز لئے۔ اس میں الیکٹیڈ ممبرز بھی تھے۔ آج ہمارے جمالی صاحب جو بیٹھے ہیں۔ اس میں یہ ممبر تھے۔ ایگریکلچر کمیشن نے تمام پاکستان کا دورہ کیا، تمام صوبوں میں، ان تمام علاقوں میں گئے جہاں مختلف قسم کے ذرائع ہیں آبپاشی کے۔ لیکن جب یہ رپورٹ آئی اس میں credit اس میں pesticide اس میں marketing farm role اس میں loanees اس میں تمام چیزیں ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ کسی بھی ڈیموکریٹک گورنمنٹ نے جب یہ رپورٹیں آتی ہیں۔ ڈیبیٹس ہوتی ہیں۔ اس کے بعد اس کا implementations کا دور آتا ہے۔ پاکستان میں ان تمام رپورٹوں کی طرح یہ بھی ابھی کسی سرد خانے میں بند ہے۔ اور مجھے افسوس یہ ہے کہ یہ بند نہیں ہونی چاہئیے۔ کیونکہ اس کے خالق جو ہیں ایگریکلچر کمیشن کے چیئرمین آج کل فنانس منسٹر ہیں۔ اور اگر آج فنانس منسٹر ہوتے تو ان سے میں پوچھتا کہ آپ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ جب جو عہدے آپ کے پاس تھے۔ پہلے وہ ایڈوائزر تھے۔ اس کے بعد سپیشل اسسٹنٹ برائے وزیراعظم برائے خوراک و زراعت بحثیت ایکسپرٹ کے انہوں نے بڑا اچھا کام کیا تو وہ رپورٹ میرے خیال میں نفیس رپورٹ ہے۔ یو این او میں اس کے بارے میں آپ کے جو فوڈ آرگنائزیشنز ہیں انہوں نے کہا کہ اگر پاکستان یہ رپورٹ سکیم کر لے تو پاکستان 5 سال میں سب سے بڑا ایشیا میں exporting country بنے گا۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ آج وہ فنانس منسٹر ہیں اور رپورٹ کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں کبھی صوبائی سبجیکٹ کہہ کر اور صوبائی اگر سبجیکٹ ہے تو آپ کو یقین ہے کہ پاکستان میں ابھی تک ہمارے چار ذرائع ہیں پانی کے اس زمانے کے لوگ گبربند باندھتے تھے جیسے آج ہمارے دوستوں نے delay action dams کہے ہیں۔ فاران میں مستونگ میں اور زیارت میں آپ کو وہ ڈیم ملیں گے ہاتھ کے بنے ہوئے جو تین چار ہزار برس پہلے کے رہنے والوں نے بنائے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ vallies آباد تھیں۔ افسوس کا

یہ مقام ہے کہ کاریز سسٹم کا کسی کو علم نہیں ہے۔

دوسری چیز یہ کہ ہمارا spring system ختم ہو گیا ہے۔ پانی کا جہاں تک تعلق ہے۔ جو پٹ فیڈر میں کہہ رہا ہوں میں کہتا ہوں ان کو بڑا نقصان ہو رہا ہے۔ ہو یہ رہا ہے کہ ایک دوسرے کی زمین پر یہ پانی لے جاتے ہیں چونکہ جو پانی ہمیں دیا گیا ہے ساڑھے سات سو کیوسک وہ نہیں مل رہا ہے اس کی widening میں 25 سال لگے یعنی آپ دیکھیں کہ یہ کتنا بڑا criminal act ہے کہ پاکستان میں آپ نے billions لوگوں کے لئے قرضے لئے کوئی پراجیکٹ آپ نے مکمل کیا جس میں کسی بھی صوبہ کا یا کسی پاکستان کے حصہ کا جس میں عوامی تعلق ہو بلڈنگیں بن چکی ہیں۔ گاڑیاں آئی ہیں انسٹی ٹیوٹس بنے ہیں۔ وہ فیڈرل آؤٹ ہوگئے۔ آج تک ہمارا پٹ فیڈر یہ ون یونٹ سے پہلے کا منصوبہ تھا اور اگر آپ دیکھیں تو انگریزوں نے 1875ء میں ایک کچھی plains پر ایک سکیم بنائی تھی۔ یہ ہمارے مگسی صاحب بیٹھے ہیں یہ تمام علاقہ from sibi to patt یہ اگر آج آباد ہو جائے پاکستان کے لئے وہی کافی علاقہ ہے جو غلہ پیدا کر سکتا ہے گو کہ پنجاب میں cotton ہے سندھ میں rice ہے وہ تو بے توجہی کے تمام علاقے ہیں لیکن بلوچستان کی شکل میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ پٹ فیڈر کے سلسلے میں جو زیادتی ہوئی ہے ابھی تک کچھ نہیں ہوا اور میں on record کہتا ہوں یہ منسٹر صاحب بیٹھے ہیں، اس contract میں گھپلا ہو رہا تھا 19 کروڑ کا۔ وہ چھ مہینے کے بعد اب postpon ہو گیا۔ scrape ہو گیا اب پھر یہ ٹینڈر کریں گے اس کا مطلب ہے کہ صرف ٹینڈر کرنے میں ہمارے یہاں واپڈا کے سینئیر افسروں میں ایشیا بنک کے اور کنٹریکٹرز میں ایسی ملی بھگت ہوئی کہ ایک سال ہو گیا ہے۔ جاپانی آئے ایشین ڈویلپمنٹ بنک سے اور ہم قرضہ حاصل نہ کر سکے ابھی تک کنٹریکٹ ایواڈ نہیں ہو سکا۔ یہ صحیح چیزیں معلوم ہونی چاہئیں اگر کاش کہ یہ agriculture منسٹر بھی ہوتے کہ اب تک اس کی widening ہوئی نہیں۔ یہ جو چھوٹے patch work ہیں جو award وہ تو انشاء اللہ مجھے شاید 21 صدی کے بعد ملے گا کیونکہ بارہ ہزار کیوسک ہے وہ جب ساڑھے سات ہزار کیوسک ہم نہیں لے سکتے۔ صرف یہ کینال ہماری ساڑھے تین ہزار کیوسک کے قابل رہ گئی ہے۔

اب جہاں تک تعلق ہے جناب پانی کے سسٹم کا۔ زیارت ایک ویلی ہے۔ آپ کو بتاؤں کاش کہ آپ وہاں جاتے کہ وہاں کے زمینداروں نے ایک معجزہ کر دکھایا ہے پاکستان میں ڈیڑھ ڈیڑھ ایکڑ کے دو دو ایکڑ کے انہوں نے patches بنائے ہیں۔ پتھر صاف کئے ہیں۔ مٹی میلوں سے لائے ہیں اور انہوں نے وہاں پر ٹریسنگ irrigation کر کے cherry فروٹ اور یہ orcherds کا پورا علاقہ بنایا ہے۔ اس میں حکومت نے کوئی subsidy نہیں دی۔ انکو

کسی قسم کی سہولت حاصل نہیں ہے۔ مارکیٹنگ کی سہولت حاصل نہیں ہے۔ ان کو کسی نے سبسڈی پر ٹرک یا انکے جو آتے ہیں وین اپنے ٹویوٹا وین جس پر وہ سامان لاتے ہیں وہ بھی ڈبل کرایہ پر جاتے ہیں۔

جناب بات یہ ہے کہ جب پراونشل سبجیکٹ کا مسئلہ آتا ہے تو سنٹر والے کہتے ہیں ہمارا ہے۔ اس وقت بلوچستان جس طرح آب و ہوا کے لحاظ سے arid zone ہے۔ arid zone کا ہیڈکواٹر بلوچستان میں ہونا چاہیئے بنا دیا لیکن ایک بھی project arid zone کا اس وقت کامیاب نہیں ہے صرف 32-33 ڈائریکٹر رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ آپ صرف ہمارے صوبہ میں اور یہ western جتنا فیڈریشن خرچ کر رہا ہے۔ اس کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

Mr. Presiding Officer: Faseih Sahib, there are lot of speakers.

سید فصیح اقبال: جناب میں ختم کر رہا ہوں۔ میں تو اسی لئے کہہ رہا ہوں حضور آپ کی نظر ہی نہیں پڑی۔ میں تو چاہتا تھا اس کو زیادہ بیان کروں۔

دوسری بات یہ ہے جناب ہماری کاریزیں خشک ہو گئی ہیں اگر حکومت چاہے تو آج واپڈا جو سفید ہاتھی seventies میں تھا اب یہ سفید ہاتھی ہے رومن گھوڑا ہے اور یہ اپنے علاقے کا گدھا بھی ہے۔ مصری یہ تینوں اس کے اندر خصوصیات ہیں۔ اس سے ڈیم بھی آپ بنا سکتے ہیں pyramid بھی بن سکتا ہے اور یہ ہاتھی کی سواری بھی کر سکتے ہیں اس لئے کہ اس میں کوئی utility نہیں رہی جب تک آپ اس کو چاروں صوبوں کو نہیں تقسیم کریں کے distribution اس کی ختم نہیں ہوگی بالکل یہ صوبائی سبجیکٹ ہے اور واپڈا کو اتنا بڑاہونا ہی نہیں چاہیئے۔ آج یہ عالم ہے بلوچستان میں کہ کسی سول انجینئر سے پوچھیں بجلی کا اس کو مکران خاران کا علم نہیں ہے۔ اس کو پشین اور بوستان کا علم نہیں ہے۔ بوستان کے علاقے میں ایک جگہ گیا تھا۔ آٹھ آٹھ دن سے بجلی نہیں ہے وہ کہہ رہے تھے وہ آتا ہے ایس ڈی او پیسے لے کر دیتا ہے tube well میں پھر بعد میں چلا جاتا ہے۔ اتنی کسی نے انکوائری نہیں کی اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اتنا بڑا علاقہ ہے کس سے شکایت کریں گے تو جہاں تک تعلق ہے agriculture policy کا سب سے پہلی میری درخواست ہوگی آپ کے توسط سے کہ agriculture commission کی جو recommendations جو تمام صوبوں نے منظور کر لی ہیں اس پر فوری طور پر عمل درآمد کیا جائے اور جہاں تک جو allied منسٹریز

ہیں جو connected وزارتیں ہیں ان کا بھی فرض ہے کہ اس commission میں جو ان کا رول ہے وہ دیانتداری سے ادا کریں اور بلوچستان کے ان علاقوں میں جہاں orchards ہیں، پھل ہیں، ایسی فصلیں بھی ہوتی ہیں جس کو آپ middle east کیا یورپ بھی بھیج سکتے ہیں لیکن اس کے لئے marketing ٹرانسپورٹ کا انتظام ہونا چاہیئے۔ شکریہ۔

Mr. Presiding Officer: Thank you.

فصیح صاحب۔ جناب جام کرار صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

Haji Jam Kararuddin: Thank you Mr. Chairman. Sir. Sir. Pakistan being the agricultural country .....

Mr. Presiding Officer: I would request all the speakers to be brief because there are far too many speakers and I think we are running short of time please.

Jam Haji Kararuddin: Sir, Pakistan Being the agricultural country and agriculture is the main stay of the economy of this country. 75 percent of the population thrive on agriculture but since the inception of the country...

Mr. Presiding Officer: Point of order.

ایک معزز رکن: جس جس طرح گدھا کہا ہے ......

I think it is not a parliamentary practice which the rules and procedures should.....

(interruption)

سید فصیح اقبال: ہمارے معاشرے میں گدھا باربرداری کے لئے استعمال ہوتا ہے

اور اس کی بڑی عزت ہے اس کو آپ گدھا سمجھ کر ختم نہ کریں۔ اس سے ملک میں تاریخ میں civilization بنی ہیں

Mr. Presiding Officer: I do not think that Mr. Faseih meant in that way I am sure.

جی پلیز جام صاحب آپ continue کریں۔ پلیز آرڈر ان دی ہاؤس۔

Jam Haji Kararuddin: Pakistan being the most agricultural country 75 percent of our population thrive on agriculture, and from the inception of this country the step-motherly treatment has been baited out for this formal community uptill now. The other solitary no agricultural policy no incentive has been given to the agricultural community here. There are so many problems in this field Sir. There uptill now we are not been able to achieve a target and we are importing wheat for our country from Australia, Saudi Arabia and America last year worth billions of rupees and the government is paying billions of rupees at the rate of rupees 200 per maund and here the per bag is only 125 or 130 rupees per maund. The sugarcane price that has been fixed by the Sindh Government to the tune of Rs.25 per maund but here in Islamabad it was reduced to only 75 paisa for increase per 40 Kg of sugarcane. Therefore, my submission is Sir, that agricultural classes suffered a lot. This is the only community, agricultural community, which feeds, clothes and enlarges the entire nation of Pakistan. But agriculture had suffered a lot during the last year. Rains and floods caused tremendous damage to the spring crops and the entire Kharif crops of Sindh was totally washed away and the Government rather announced about the remission of Usher and land revenue of that area. So, from this House through you I will appeal to the Agriculture Minister to declare about remission of Usher and Zakat to the people of Sindh.

Second Sir, that the race of electricity on tube-wells are very exorbitant. I request the honourable Minister Jam Sahib to pay heed to this important aspect of agriculture that they should reduce the rate of electricity power as the tube wells are concerned. There is a frequent power break-downs. Also at the time when the crops are ready. Second point Sir, I would like to bring to your notice is that in Sindh thousands acres of a land are being affected by water-logging and salinity. Since I have been born I have been hearing about LBOD Left. Bank Out fall Drain but uptill now it has not been completed. Under ground water of the Sindh is saltish which cannot be used for agriculture purpose then LBOD must be completed as early as possible so that the land should be re-claimed for agriculture eAgrulure is the main subject of the provincial government. Uptill now Sir, the procurment of price of wheat has not been announced by the government. The farmers will get for their yield of wheat while the crop is now coming in the market in the end of March. But support price has not yet should have been fixed before the sowing of that crop. So, what I mean to emphasize is that agriculture is the only industry now which pays 50 per cent to the labour. There is no other industry in the country which pays fifty per cent of their income to their labour class. Agriculture is the only industry which pays 50 per cent to *their* harris. Where is the other industry which pays 50 per cent to their workers and labour? And this is the only agriculture which has been neglected by the Government. Any Industralist who sets up an industry worth crores of Rupees in a year, second year comes out with an application for writing off his loan. What incentives agriculture has been given? We are only demanding the exemption, the remission of Usher and Zakat for one crop which is denied to us. Therefore Sir, agricuture must be given a proper

thought. If agriculture is not developed I tell you no other industry in Pakistan will be developed. Everything depends upon agriculture. If agriculture in our country is developed, all industry will be developed. If agriculture is neglected, all other industries would be of no use to the country. Thank you very much.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سید برکات احمد شاہ۔

پیر برکات احمد شاہ: جناب والا! زراعت ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے لیکن یہ بات قابل افسوس ہے کہ اس طرف وہ توجہ نہیں دی گئی جس کی یہ مستحق ہے سب سے تکلیف دہ بات یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ساری دینا کے جتنے ممالک ہیں وہ زراعت میں ترقی کر رہے ہیں لیکن پچھلے چند سالوں سے نہ صرف یہ کہ ہم نے کوئی خاص ترقی نہیں کی بلکہ ہم پیچھے کی طرف جا رہے ہیں ابھی بتایا گیا تھا کہ آزادی سے پہلے یہ علاقہ جو کہ سندھ کا اور پنجاب کا نہری علاقہ ہے۔ یہ تقریباً سارے ہندوستان کو فیڈ کیا کرتا تھا لیکن اب ہماری یہ حالت ہے کہ سال بہ سال زیادہ سے زیادہ درآمد کرنے کی ہمیں ضرورت پڑ رہی ہے اگر یہی حالت رہی اور اگر ہماری زراعت ترقی نہ کر سکی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اور پانچ سات سال کے بعد حقیقتاً بھوکے مرنے لگیں گے۔

زراعت کے متعلق میں چند ایک باتیں مختصراً عرض کرنا چاہوں گا سب سے پہلے تو یہ ہے کہ ہم نے اس میں کوئی خاص ترقی نہیں کی۔ پچھلے چند سالوں سے ہماری فی ایکٹر پیداوار بہتر نہیں ہو سکی۔ اگر آپ اعداد و شمار کو دیکھیں۔ ابھی سندھ سے ایک سینیٹر صاحب فرما رہے تھے کہ وہاں کی فی ایکٹر پیداوار کم ہو گئی ہے. پنجاب میں بھی اگر کسی کسی جنس میں پیداوار بڑھی ہے تو وہ بھی بہت معمولی ہے لیکن اصل فیکٹر یہ ہے کہ ہم تقریباً جمود کا شکار ہو چکے ہیں جہاں تک فی ایکٹر پیداوار کا تعلق ہے اور اس چیز کا بھی سب کو علم ہے کہ جو ہماری فصلیں ہیں ان کے لئے ہمارے پاس جو زمین ہے اس کی ذرخیزی بہت محدود ہے اس لحاظ سے بعض جگہ پانی نہیں ہے یا زمین سنگلاخ ہے اس میں کچھ ہو ہی نہیں سکتا اصلی ترقی جو ہم کر سکتے ہیں اگر ہم کرنا چاہیں تو یہی ہے کہ اپنی فی ایکٹر پیداوار کو بہتر بنائیں اور اس کی بہت سی وجوہات ہیں چند ایک پہلے بتائی گئی ہیں کہ ہماری جو سبسڈیز تھیں یہ بھی عام علم کی بات ہے کہ تقریباً جتنے بھی ممالک ہیں جو اس وقت زراعت میں ترقی یافتہ ہیں یا جن کی پیداوار بہت زیادہ ہے یا وہ برآمد کرتے ہیں وہ عام طور پر زراعت کے اوپر سبسڈیز دیتے ہیں لیکن

پاکستان میں اس وقت یہ پوزیشن ہے کہ جو سبسڈی ہے وہ ہر سال کسی نے کسی چیز میں فرٹیلائزر میں یا دوسرے input میں وہ کم کی جا رہی ہے اور سب سے بڑا فیکٹر جو میں سمجھتا ہوں جو زراعت کو بہت بنانے میں رکاوٹ ہے وہ یہ ہے کہ ہماری قیمتیں بعض وجوہات کی وجہ سے بہت نیچے رکھی جا رہی ہیں اور خاص کر گندم کی پہلے بھی یہاں پر ذکر ہو چکا ہے اور یہ بھی سب کو علم ہے کہ ہماری قیمتوں کے مقابلے میں ہمارے جتنے ہمسایہ ممالک ہیں ان میں پچاس فیصد یا سو فیصد قیمتیں زیادہ ہیں تو یہ ظاہر ہے کہ اگر ہمسایہ ممالک میں یہ قیمتیں زیادہ ہوں گی تو اس سے سمگلنگ کو تقویت ملے گی چنانچہ یہی ہو رہا ہے افغانستان میں بے شمار سمگلنگ ہو رہی ہے ایران تک سمگلنگ ہوتی ہے اور اب اخباروں میں یہ خبریں بھی آرہی ہیں کہ سنٹرل ایشیا تک ہماری گندم جا رہی ہے پہلے ہندوستان میں بہت سمگلنگ ہوتی تھی تو جب تک قیمتوں کو اس لیول پر نہیں رکھا جائے گا جہاں تک سمگلنگ رک سکے تو یہ بھی ایک بہت بڑا فیکٹر ہے جس کی وجہ سے ہم کبھی خود کفیل نہیں ہوسکیں گے کیونکہ ہماری پیداوار کاایک بڑا پورشن دوسرے ممالک میں سمگل ہو جائے تو ظاہر ہے کہ ہم اس کی کمی کو پورا نہیں کر سکتے اس کے متعلق میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ عام طور پر یہ ہر ایک ملک کی پالیسی ہوتی ہے کہ وہ اپنی خوراک میں خود کفیل ہو بہت سی مثالیں ہیں سب سے تازہ ترین مثال سعودی عرب کی ہے - جو چند سال پہلے تک ایک بہت بڑا صحرا تھا اس میں کچھ پیدا نہیں ہوتا تھا اور وہ تقریباً 99 فیصد آج سے دس سال پہلے جو ضروریات باہر سے منگواتے تھے اس وقت انہوں نے پچھلے آٹھ دس سال میں اتنی محنت کی ہے کہ اس وقت نہ صرف یہ کہ وہ خود کفیل ہوچکے ہیں بلکہ اب وہ دوسرے ملکوں کو بھی، بلکہ اب پاکستان کو بھی سنا ہے کہ وہ گندم برآمد کر رہے ہیں۔

(مداخلت)

پیر سید برکات احمد: جناب والا! زراعت کے ضمن میں لوکل حالات کے متعلق بھی ذکر کیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک اس علاقے کا تعلق ہے یعنی پوٹھوہار کا تعلق ہے اس میں چند ایک چیزیں ایسی ہیں جن کی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے سب سے زیادہ توجہ small dams کی طرف دینی چاہیئے مجھے خود بھی اس کا علم ہے میں خود بھی زراعت میں کافی عرصہ کام کرتا رہا ہوں مثلاً سپین میں جتنی بھی آبپاشی ہو رہی ہے ان کی زمین کی حالت بھی ایسی ہے جیسی کہ پوٹھوہار کے علاقے کی ہے اور وہ اپنی اکثر آبپاشی سمال ڈیمز کے ذریعے کر رہے ہیں یہاں پر اگرچہ چند ایک سمال ڈیمز بنے ہیں لیکن ابھی اور بھی بن سکتے ہیں کیونکہ ماہرین یہی کہتے ہیں کہ اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی جا رہی۔ ایک اور فیکٹر

کہ جس میں اس علاقے میں توجہ دی جا سکتی ہے جب سے یہ ڈیم بنے ہیں اور دریاؤں کو روکا گیا ہے تو جس وقت ان کی نہریں کھولی جاتی ہیں تو انہوں نے کافی کٹاؤ کیا ہے جس کے متعلق آپ اخباروں میں بھی پڑھتے رہتے ہوں گے ضلع جہلم میں ڈیم سے نیچے اور اس طرح گجرات میں جہاں ایک دفعہ دریا پھر جاتا ہے اور وہ کٹاؤ کر جاتا ہے تو اس زمین کو پھر دوبارہ reclaim کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے لاکھوں ایکڑ اس کٹاؤ میں جا چکے ہیں لیکن اس طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی جاتی کہ دریا کے کٹاؤ کو آپ کس طرح روک سکتے ہیں یا جہاں دریا نے زیادہ نقصان کیا ہے اس علاقہ کو آپ دوبارہ کس طرح آباد کر سکتے ہیں۔

سب سے زیادہ زور جس پر میں نے پہلے بھی دیا اور اب بھی یہی کہوں گا کہ جب تک آپ گندم کی ایک حقیقت پسندانہ قیمت مقرر نہیں کریں گے تب تک اس کی کاشت میں دشواریاں پیدا ہوں گی، مجھے خود اس کا اندازہ ہے کہ اگر آپ .... ممکن ہے نہری علاقے میں جہاں پانی سستا ہے وہاں گندم ابھی تک کرئی تھوڑا بہت منافع دیتی ہو لیکن جہاں تک ان علاقوں کا تعلق ہے جہاں کہ ہم ٹیوب ویلز سے اور خاص کر ایسے ٹیوب ویلز جو کہ بجلی سے نہ چلتے ہوں بلکہ ڈیزل سے چلتے ہوں وہاں یقیناً اس وقت گندم کی فصل کاشت کرنے میں نقصان ہے لیکن ہمیں مجبوراً یہی کرنا پڑتا ہے کہ کوئی اور فصل اس علاقہ میں پیدا کرنی مشکل ہے تو اس طرح بہت سے فیکٹر ہیں جن کی وجہ سے اس کی ضرورت ہے کہ قیمتیں مقرر کرنے میں زیادہ سنجیدگی سے غور کریں جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے ہمیں زراعت کو بہت زیادہ سنجیدگی سے لینا چاہئے۔ اور کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم جلد سے جلد خود کفیل ہو سکیں۔ بہت شکریہ!

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ جناب برکات صاحب، جناب عبدالرحمن جمالی۔

جناب عبدالرحمن جمالی: شکریہ! جناب والا، زراعت ایک بڑا وسیع سبجیکٹ ہے میں ایک عرض کروں گا کہ اس ملک میں سب کچھ ہے سوائے پلاننگ کے، خاص کر زرعی پالیسیوں کے لحاظ سے۔ اس ضمن میں میں یہ گزارش کروں گا کہ 1988ء میں جونیجو صاحب کی حکومت میں ایک زرعی کمیشن بنا تھا جس کے اس وقت اس ایوان میں دو ممبر بیٹھے ہوئے ہیں فتح محمد خان صاحب اور میں، تو اس پر بہت ہی اچھا کام ہوا تھا اور ایک بین الاقوامی طور پر acclaimed رپورٹ تھی اب بدقسمتی یہ ہوئی کہ وہ اسمبلی dissolve ہوگئی اور وہ جو نہایت ہی عمدہ رپورٹ تھی اس کو سرخانے میں ڈال دیا گیا۔ اس پہ ڈیڑھ سال ہم نے محنت کی تھی اور آپ کے 200 ایگریکلچر کے Ph.Ds involve تھے اس میں اور uptill the year 2000 ہم نے ایک پالیسی مرتب کی تھی زراعت کی اور اس کے چیئرمین بھی سرتاج عزیز صاحب تھے، تو

میں پھر دوبارہ درخواست کروں گا کہ اس گورنمنٹ سے، یہ ہماری گورنمنٹ ہے کہ اس پالیسی کو واپس لائیں اور اس میں سب سے اچھی بات یہ تھی کہ جو اس ملک کا چھوٹا کاشتکار تھا اس کو گورنمنٹ کی پالیسی کے تحت بہت سی سہولیات دی گئی تھی۔ اب ہماری دوسری بدقسمتی یہ ہوئی ہے یہاں پر with due respect وزیر زراعت اس کو بنایا جاتا ہے، جس کو خود زراعت کا پتہ نہیں ہوتا۔ وہ یا کسی اور پروفیشن کے ہوتے ہیں، آپ مہربانی کرکے جو زراعت پیشہ ہیں، جو خود زمیندار طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اگر ان کے ہاتھ میں آپ باگ ڈور دیں گے تو وہ آپ کو ایسی پالیسیاں مرتب کر کے دیں گے کہ جس کا حد حساب نہیں۔ اب زراعت میں جناب فشریز بھی آتی ہیں، مارکیٹ بھی آجاتی ہیں، آپ کی وائلڈ لائف بھی آجاتی ہے، لائیوسٹاک بھی آتا ہے، کوآپریٹو بھی آتی ہیں اور یہ سب چیزیں جو ہیں زراعت سے منسلک ہیں۔ اب ان کو بعد میں bifurcate کر کے آپ نے الگ department بنا دیئے ہیں وہ الگ بات ہے۔ مگر جو on the whole ہے یہ زراعت میں آتی ہیں۔

دوسری مثال کی بات یہ ہے کہ جو آپ کی main commodities ہیں زراعت کی....

پیر سید برکات احمد: پوائنٹ آف آرڈر جناب چیئرمین۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: پوائنٹ آف آرڈر۔

پیر سید برکات احمد: میں سینٹر صاحب کی اطلاع کے لئے صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کیونکہ فوڈ منسٹر نہیں ہیں یہاں پر۔ وہ اگرچہ فوج میں رہے ہیں لیکن وہ بھی کاشتکار ہیں، ان کی زمینیں بھی ہیں، اس واسطے یہ کہنا کہ وہ ہمارے ایسے آدمی لگ رہے ہیں، وہ اس حد تک درست نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں انہوں نے اس سپرٹ میں نہیں کہا ہے۔ جی جناب عبدالرحمن جمالی صاحب۔

جناب عبدالرحمن جمالی: میں اس طرف آ رہا ہوں جناب والا! میں نے اس سپرٹ میں نہیں کہا۔ میں عرض کروں کہ آپ کی گندم جو ہے پوٹھوہار کے علاقے سے 52 فیصد پیدا ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ پوٹھوہار کا علاقہ جو ہے وہ ایگریکلچر کا علاقہ نہیں ہے۔ آپ کے ٹوٹل جی یہاں پر ecological zones میں آپ کی زمینیں بٹی ہوئی ہیں۔ اور ہر زون کی اپنی افادیت ہے اور اپنی requirement ہے۔ آپ کے پاس جیسے شاہ صاحب نے

فرمایا کہ یہاں پر agriculture based انڈسٹری نہیں ہے۔ میں ان سے اختلاف کروں گا
آپ کی cotton ginning factories, ٹیکسٹائلز، شوگر ملز، رائس اکرز، شیلرز، لیدر فیکٹریاں
یہ سب ایگریکلچر سے وابستہ ہیں۔ اب یہ ہے کہ ان میں پالیسی کیا ہوتی ہے۔ اور آپ اس
کو کس طریقے سے explain کرتے ہیں۔ انڈسٹری کا جو ریٹ ہے وہ کم ہوتا جاتا ہے۔ مگر
ہم چاہتے ہیں agro based industries جو ہیں وہ بھی flourish کریں اور بھی آگے چل

اب بلوچستان کو لیں وہاں دنیا کا سب سے عمدہ میوا پیدا ہوتا ہے، فروٹ پیدا ہوتا ہے۔ اس
پرابلم یہ ہے کہ آپ کے پاس مارکیٹ نہیں ہے کہ آپ کسی کو پہنچا سکیں، اب سبزی جات ہیں۔ اس وقت
تقسیم ہند سے پہلے وہاں پر نرسریز تھیں جو انڈیا کو فیڈ کرتی تھیں مگر وہاں پر development نہیں تھی۔ اس
وقت آپ کے پاس زیادہ سے زیادہ کوئی 500 PhDs ہوں گے زراعت کے، جو ریسرچ بھی کر رہے ہیں
سارا کچھ۔ آپ کا جو ہمسایہ ملک ہے اس کے پاس not less than 20 thousand PhDs زراعت
شعبہ میں ہیں۔ آپ کی پرائس کمیشن بھی ہے جو یہاں اسلام آباد میں بیٹھ کر پرائس کنٹرول کرتی ہے۔ گزارش
یہ ہے کہ آپ چھوڑیں جو exxential commodities ہیں، جیسے رائس ہے۔ اب گوجرانوالہ کا جو با
ہے، اس کا flavour دنیا میں سب سے اچھا ہے۔ پنجاب کی کاٹن ہے، سندھ کا رائس ہے، فروٹ آپ
بلوچستان کا ہے اس طرح تو آپ زراعت میں مالا مال ہیں۔ دوسری یہ گزارش کروں گا کہ آگے جا کر آپ
water reservoirs جو ہیں وہ نہایت ہی کمزور پڑ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ جب تک کالا باغ ڈیم نہ
بنائیں کے آپ آگے نہیں چل سکتے۔ یہ میں آپ کو بتا دوں جی۔ یہاں کے جو ایکسپرٹس ہیں آپ ان سے
کریں۔ وہ کہتے ہیں جی within next 10 years آپ کے ریزورز اتنے ختم ہو چکے ہوں گے
agriculture purposes کے لئے بھی آپ ان کو استعمال نہیں کرسکتے۔ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے
blessings اور ہو تو وہ اگلی بات ہے۔

ان معروضات کے ساتھ میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ بڑی tematic policies
بنانی چاہییں۔ اس میں یہ ہے کہ ابھی agriculture taxation کمیشن بنا دیں۔ بد قسمتی
میں بھی اس کا ممبر ہوں جی۔ ایگریکلچرسٹ جو اس ملک کا ہے وہ آپ کو ٹیکسوں کا
فیصد دے رہا ہے اور کیا آپ اس کو ٹیکس لگانا چاہتے ہیں۔ اس میں یہ ہے کہ وہ
اس 2 فیصد کو لگانا چاہتے ہیں جن کو 8 ہزار یونٹ ہیں، مگر own the 56%
agriculture land of this country اب پچھلے سال سیلاب آیا، لوگوں کی تباہی
اب اگر آپ کے پاس crop insurance ہوتا تو آپ کسی سے بات تو کرتے کہ جی
آپ کو یہ کچھ دیتے ہیں۔ تب آپ کوئی ٹیکسیشن کی بات کریں۔ تو ان چیزوں میں آپ
بڑا واضح ہونا پڑے گا۔ گورنمنٹ کی پالیسیز بڑی واضح ہونی پڑیں گی۔ جیسے فیشریز کے بارے

عرض کروں- ابھی صفر سے 12 کلومیٹر تک آپ کا لوکل فشرمین فشنگ کرتا ہے جی- وہ 8 کلومیٹر تک جا سکتا ہے، آگے نہیں جی- 12 سے 25 کلومیٹر تک حکومت کا ban لگا ہوا ہے- فشریز پہ ایک بل بھی آرہا ہے- فش آپ کے یہاں اتنا ہے کہ they can earn you multi million dollars اور وہ لوگ آنے کے لئے تیار ہیں ٹرالرز لے کر- 25 کلومیٹر کے بعد آپ کی ایک پالیسی ہے- کہ ٹھیک ہے جی کہ وہ جو دوسرے لوگ آئیں وہ چاہے مچھلی پکڑ لیں- تو یہ سب چیزیں آپ کو formulate کرنی پڑیں گی- میں نے جنرل صاحب سے بات کی اس نے کہا کہ بھئی یہ جو علاقہ ہے that is gold mine of Pakistan تو ایسی پالیسی بنائیں جس سے آپ کو فارن ایکسچینج ملتی ہے اور آگے کام بھی چلے- شکریہ جناب !

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ جناب جمالی صاحب- گِچکی صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں- جناب منظور احمد گچکی صاحب-

جناب منظور احمد گچکی: جناب والا! ابھی کافی اس پر بحث ہوئی ہے اور بہت سے دوستوں نے اس پر کہا ہے- میں تھوڑا سا اس پر اضافہ کرنا چاہتا ہوں- جناب والا! ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی-- میں اس سے اتفاق نہیں کرتا کہ اس ملک میں جو بھی پالیسیاں دی گئی ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ اسی انداز میں دی گئی ہیں کہ خاص طور پر کچھ لوگوں کے interest کو serve کریں، ان کی پالیسی کا اینگل ہی غلط رہا- اور اگر فرض کر لیں کہ کسی جگہ بد قسمتی سے یا خوش قسمتی سے وہ پالیسیاں جو ہیں وہ ایمانداری سے دی گئیں تو ان پر عملدرآمد کرنے کی کوشش نہیں کی گئی- اس کی بہت سی وجوہات ہیں- اور میں سمجھتا ہوں کہ ان وجوہات سے ایک علاقے سے محبت نہ کرنا، کرپشن اور دوسرے elements ہیں جس کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان پر عملدرآمد نہیں ہو سکا- جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت زمیندار، کاشتکار جس طریقے سے suffer کر رہا ہے شاید اس ملک میں کوئی دوسرا نہیں کر رہا ہے- یعنی economically اتنا پیچھے جا چکا ہے کہ اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے- اس کی حالت جو ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے- اور میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر اس ہاؤس میں بہت سے میرے ایسے دوست ہیں سفید پوش جنہیں white collar ہم لوگ کہتے ہیں وہ سب سفید پوش ہی ہیں- اگر آپ ان کے نزدیک جائیں، ان کے معاشی حالات کو دیکھیں تو آپ کو ان پر ترس آئے گا- میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے دوست یہاں موجود ہیں جو ان تمام چیزوں کو سمجھتے ہیں- بد قسمتی ہے جناب والا! کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کا 50 فیصد یا 60 فیصد جو ہے وہ income ہے وہ زراعت پر منحصر ہونا چاہیئے- ہمیں تحقیق کے لئے باقاعدہ اکیڈمیز بنانی چاہیئیں- لیکن یہاں پر اب آپ دیکھیں کہ سائنسی تحقیق پر کتنا پیسہ خرچ ہو رہا ہے جو آج دنیا کی ضرورت ہے-

اس ملک میں ہمارے ہاں اتنا percentage ہوتا ہے کہ جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی طرح زراعت کی تحقیق میں دو چار آدمی ہیں۔ اور یا دو چار تحقیق کے ادارے بیچ چھوٹے موٹے ہیں۔ جو اب تک اپنا کام صحیح طریقے سے آگے نہیں بڑھا سکے ہیں کہ ان ان کے پاس فنڈز ہیں، نہ ان کو جو ہے اس طریقے سے encourage کیا جاتا ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ دنیا میں ہر سال، آپ دیکھتے ہیں کہ پیداوار فی ایکڑ کے حساب سے بڑتی ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں اس ratio سے نہیں بڑتی۔ دوسری طرف آپ دیکھیں کہ اسرائیل جو ہے اس نے پورے ریگستان کو ڈویلپ کیا ہے اور اس وقت وہ دنیا میں سب سے زیادہ اگریکلچرل آؤٹ پٹ کر چکا ہے اور پورے یورپ میں، even آپ کے ایشیاء میں اس کے سبزیاں اور جو اگریکلچرل بیس کی چیزیں ہیں، وہ بھیجتا ہے جبکہ وہاں پر پلین لینڈ نہ ہونے کے برابر ہے، ریگستان ہے لیکن انہوں نے اسے ڈویلپ کیا ہے۔ ایماندار ہیں وہ اپنے ملک کے ساتھ، ہم سے اور آپ سے ممکن ہیں وہ بے ایمان ہوں لیکن اپنے لوگوں کے ساتھ، اپنے وطن کے ساتھ وہ ایماندار ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہم ایمانداری کے سب سے زیادہ چیمپین ہیں۔ ہم اپنی ان تمام انڈسٹریز کو آگے نہیں بڑھاتے، ان تمام چیزوں کو آگے نہیں بڑھاتے تاکہ ملک جو ہے خوشحال ہو۔ تو جناب والا! اب ایک چھوٹی سی مثالیں لیں۔ ایک انڈسٹریلسٹ ہے، وہ کہتا ہے کہ اچھی پالیسی ہے۔ کیا خاک پالیسی ہے؟ ایک انڈسٹریلیسٹ ہے وہ کروڑوں روپے کا ٹیکس نہیں دیتا۔ کیوں نہیں دیتا جناب والا! وہ اس لئے نہیں دیتا کہ اس نے ایک ہزار ایکٹر یا پانچ سو ایکٹر زمین خریدی ہے اور وہ اس کو ڈویلپ کرنے کا کہتا ہے کہ جی میں اسے ڈویلپ کروں گا۔ ڈویلپ وہ نہیں کرتا بلکہ وہ کیا کرتا ہے کہ اس پیسے کو جو پرافٹ میں ہے اس کو لے جا کے وہاں لگاتا ہے بیسکلی وہ لگاتا نہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: گچکی صاحب آپ اس وقت ethical aspect of agriculutre discuss کر رہے ہیں۔

جناب منظور احمد گچکی: آپ ان لوگوں کو ethic سمجھائیں ناں۔

Mr. Presiding Officer: It froms the different subject altogether, I wish that you should see the scope.

جناب منظور احمد گچکی: جناب والا! اگر فرض کر لیں اس پیسے کو آپ ایگریکلچرل، جو بیسکلی نہیں لگتا ہے، وہ صرف دکھاوے کے طور پر لگتا ہے۔ اور باقی جو واقعی زمیندار ہیں ان کی آپ دیکھیں

سارے subsidie withdraw کئے گئے ہیں۔ کھاد پر، تخم پر اور دوسرے اس پر۔ ابھی میرے ایک دوست نے کہا تھا کہ بلوچستان میں ہمیں hovers جو ہے وہ ہم پرچیز نہیں کر سکتے گورنمنٹ سے کیونکہ یہ پالیسی کے خلاف ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے لوگوں کی ضروریات ہیں۔ اب دوسری بات یہ ہے کہ کچھی جس طرح ڈیم ہیں۔ اب میں یہ بتانا چاہوں گا جناب والا! اس وقت کچھی جو ہے، جو جمالی صاحب کا بھی ایریا ہے اور ہمارے کافی دوستوں کا ہے، یعنی 150 میل اس کی لمبائی اور 150 میل اس کی چوڑائی ہے۔ آپ کو ایک پتہ اس ایریا میں نہیں ملے گا۔ بالکل پلین لینڈ ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تک چیک ڈیم، ڈیلے ایکشن ڈیم نہیں بنائیں گے اس وقت تک آپ اس کو ڈویلپ کر ہی نہیں سکتے۔ اس وقت میرے علاقے میں، چونکہ میرا تعلق مکران سے ہے، تین سو ساٹھ ایسے پوائنٹس ہیں جہاں پر ڈیلے ایکشن ڈیم، چیک ڈیم بنائے جا سکتے ہیں اور وہاں پر ان علاقوں کو ڈویلپ کیا جا سکتا ہے۔ اتنی بڑی ویلیز ہیں کہ ہزاروں ایکٹر کا رقبہ ہے۔ لیکن کون کرے اس کو اس فیلڈ میں جہاں پر کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ پاکستان جو زرعی ملک میں ہے اس میں تو ہم نے کہیں بھی contribute نہیں کیا۔

دوسری بات جناب والا! یہ ہے کہ آپ نے دیکھا ہوگا یعنی ہمارے ہاں ناڑی ڈیم ہے بولان ڈیم ہے۔ بولان ڈیم ٹوٹ گیا اور کس کی غلطی سے ٹوٹا وہاں کے اہلکاروں کی غلطی سے ٹوٹا۔ لیکن آج تک بولان ڈیم بن نہ سکا جس سے لاکھوں ایکٹر زمینیں سیراب ہوتی تھیں جو ٹوٹا ہوا ہے، پرسان حال کوئی نہیں ہے یعنی لاکھوں ایکٹر، کروڑوں ایکٹر زمین ایسی ہے بلوچستان میں جہاں پر آپ ان کو ڈویلپ کر سکتے ہیں۔ پلین لینڈز ہیں، پتھریلے متھریلے نہیں ہیں، بالکل پلین لینڈ ہیں۔ ٹھیک ٹھاک پلین ہیں جہاں پر صرف پانی کی ضرورت ہے۔ پانی یہ دیتے ہیں! یعنی کوئی بھی پالیسی ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں ہم یہ کہیں کہ موجودہ حکومت یا اس سے پچھلی حکومت یا اور پیچھے آپ جائیں کسی نے بھی ان کی طرف دھیان نہیں دیا۔ میں سمجھتا ہوں اس کی بہت اشد ضرورت ہے۔ اور چونکہ یہ سب سے زیادہ اہم مسئلہ ہے اس لئے حکومت کو اس پر دھیان دینا چاہیئے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: تو یہ ڈیبیٹ اسی لئے ہو رہی کہ آپ کچھ suggestion دیں How can they be solved?

جناب منظور احمد گچکی: پہلی بات تو یہ ہے کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک تو یہ ہے کہ ارچ ورک اس کا، اس کو ڈویلپ کرنا چاہیئے۔ دوسری بات جو ہے کہ subsidy جو ہے withdraw نہیں ہونا چاہیئے۔ تیسری بات یہ ہے جناب کہ مارکیٹنگ must ہے۔ اس لئے کہ اگر ایک آدمی آلو، فرض کر لیں میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں، گندم کے لئے تو شاید پاسکو ہے، کون ہے، وہ خریدتا ہے لیکن ہمارے

ہاں لاکھوں ٹن کے حساب سے آلو اور پیاز پیدا ہوتا ہے۔ وہاں پر خریدنے والا کوئی نہیں ہے۔ ایک حد تک تو آ کے کہتے ہیں کہ ہم خریدتے ہیں اس کے بعد withdraw کر جاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ زمینداروں کو encourage کرے اور دوسری بات یہ ہے کہ جہاں چیک ڈیم اور وہ نہیں ہیں وہاں پر واپڈا کے ذریعے سے انڈر گراؤنڈ واٹر موجود ہے بلوچستان میں، بہت زیادہ موجود ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ واپڈا ایک دفعہ کنکشن تو دے دیتا ہے، وہ بھی کنکشن ایسے نہیں دیتا وہ تو بالکل لوٹ کے کنکشن دے دیتا ہے۔ اس کے ایک مہینے کے بعد اگر اسے کچھ مل جاتا ہے تو وہ کنکشن بحال ہوتا ہے نہیں تو پھر وہ کنکشن ان سے واپس لیا جاتا ہے۔ اس میں فرض کر لیں دو سو ایکٹر، سو ایکٹر، پانچ سو ایکٹر ہیں اسے زمیندار بے چاروں نے ڈویلپ کیا ہے پانی نہ ہونے کی وجہ سے ان کی ہر چیز ختم ہو جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ٹیکسز ہیں، واپڈا میں جس طریقے سے آپ نے ایکسائیز اور یہ وہ تمام لگا دیا ہے، فشریز میں لگا دیئے ہیں۔ کم از کم زمینداروں کے مسئلے پر تو اسے ہونا ہی نہیں چاہیئے تھا۔ اگر آپ انڈسٹریز میں کرتے ہیں تو ٹھیک ہے لیکن اس میں نہیں کرنا چاہیئے۔

اسی طرح جناب والا! فشریز کا مسئلہ ہے اس وقت دنیا جو وہ غور کر رہی ہے کہ فوڈ کو کس طریقے سے انسان کے لئے نکالا جائے اور انسانیت کی بقا اسی میں ہے کہ وہ sea کی طرف جائے اور sea food کو وہ استعمال کرے۔ لیکن ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے جناب والا! ہمارے ہاں جو چھوٹے چھوٹے مچھیرے ہیں۔ چونکہ یہ ایگریکلچر میں آتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے مچھیرے دو دو راتیں صرف کر کے وہ فش پکڑتے ہیں۔ مارکیٹینگ کے لئے وہ سیٹھ کے پاس جاتے ہیں۔ اور وہ سیٹھ اگر ایک دو گھنٹے بھی اس فش کو نہ لے وہ سڑ جاتا ہے۔ یہ تو گورنمنٹ کا کام ہے کہ وہ فش کو تو سہارا دے۔ اسی طرح جناب والا! ہمارے دوستوں نے کہا کہ جی ٹرالرز کی بات کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ جو ہیں وہ ٹرالرز فارن سے انہوں نے یہ کیا ہوا ہے۔ وہ deep sea چھوڑی ہے وہ تو آپ کے sea سے یعنی بارہ میل کا جو ایریا ہے ان کے اندر آپ جائیں اور ٹونا اور پتہ نہیں کیا یہ جو لاسٹر، جھینگا وغیرہ وہ پکڑتے ہیں اور اتنے مقدار میں پکڑتے ہیں کہ even ان کے بچے تک چھوٹے چھوٹے اس میں آجاتے ہیں اور وہ بیکار چلے جاتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ فشریز کو بھی اس طریقے سے ڈویلپ کیا جائے اسی طرح جناب والا! ہمارے ہاں یہاں کا تو کھجور ہے جہاں پیکنگ کرتا ہے دوسرے لیکن ہمارے ہاں نہیں ہوتا۔ اب وہاں پر ٹرانسپورٹیشن تو ہے ہی نہیں۔ کہ وہ گلف میں یا کسی اور جگہ لے جائے۔ وہ وہیں سڑ جاتے ہیں کوئی ڈویلپ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اربوں روپے کی کھجور ضائع چلی جاتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں جناب والا! آپ کو ایگریکلچرل پالیسی پر نظرثانی کرنا چاہیئے۔ اور وقت اور حالات کے مطابق، اپنے نیشنل انٹرسٹ کے مطابق، عوام کے، کاشتکار کے انٹرسٹ کے مطابق، آپ کو فارم کرنا چاہیئے۔ میں سمجھتا ہوں اس وقت اس ملک میں کوئی ایگریکلچرل پالیسی ایگزسٹ نہیں کرتی اور اگر ایگزسٹ کر رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ غلط بنیادوں ہے۔

Mr. Presiding Officer: Thank you, Mr Gichky. The last speaker of the evening Muhammad Ibrahim.

جناب محمد ابراہیم خان: جناب والا! ہمارے ملک کی بیشتر آبادی، نوے فی صد آبادی وہ دیہی ہے۔ اس طرح ہمارے نوے فیصد زمینیں بھی دیہات سے منسلک ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کچھ علاقہ ؟ آبی ہے۔ اور وہ خوش قسمت ہوگیا ہے جن کے پاس سے نہریں بہتی ہیں اور انکی زمینوں کو پانی ملتا ہے۔ لیکن اکثریت ہمارے ملک کی آبادی کی ایسی ہے جن کو پانی نہیں ملتا اور بارانی زمینوں پر ان کا انحصار ہے۔ میرے خیال میں جب تک ان لوگوں کو جو دیہات میں رہتے ہیں اور جن کو پانی میسر نہیں ہے، جب تک ان کی حوصلہ افزائی نہیں ہو گی اور انکی زمنیں ہموار نہیں ہونگی، تب تک ہمارے ایگریکلچر میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اس لئے نہری زمینیں محدود ہیں۔ان کا رقبہ معلوم ہے۔ اس کے پانی کی مقدار معلوم ہے۔ لیکن بارانی زمین وسیع ہے، بہت ہے اور ان کا رقبہ بھی بہت ہے۔ بہت بڑا ہے۔ اور اس پر آبادی کا انحصار بھی بہت سے لوگوں کا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک حکومت، یہ گورنمنٹ، یہ ملک ان دیہی لوگوں کو، دیہاتی لوگوں کو مشینری نہیں دے گی تاکہ ان کی زمینیں ہموار ہو جائیں۔ خوش قسمتی سے ہمارے ملک میں rain fall اوسطاً اتنی ہوتی ہے سالانہ کہ اس سے باجرہ، مکئی اور گہیوں کی فصل اگ سکتی ہے بلکہ کچھ اور سبزیات بھی اگ سکتی ہیں۔

میں تجویز کرتا ہوں کہ حکومت اس چیز پر نظرثانی کرے کہ جہاں 90 فیصد آبادی رہتی ہے ان لوگوں کو سہولت دی جائے مشنیری کی، بلڈوزرز کی تاکہ ان کی زمینیں بنیں، اس سے دوہرا فائدہ ہوگا۔ ایک تو زراعت میں اضافہ ہوگا۔ ان اجناس میں ہوگا۔ دوسرے ہماری employment کا ایک وسیلہ بنے گا۔ ہمارے لوگوں کو روزگار ملے گا۔ وہ شہروں کی طرف رخ نہیں کریں گے۔ اپنے گاؤں میں رہیں گے۔ مال پروری ہوگی، مویشی پروری ہوگی، لائیوسٹاک بڑھے گا، پولٹیری ہوگی، فشیری ہوگی، سو باتیں ہونگی۔ تو میں سب سے زیادہ اہم جس امر کو سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ بارانی زمین کو اور وسیع کرنا چاہیئے۔ لوگوں کو اور زیادہ سہولتیں دینی چاہئیں تاکہ وہ اپنے گاؤں میں رہیں اور اپنی معیشت کو بڑھائیں۔

اس کے علاوہ جناب والا! ہمارے ایسے علاقے ہیں جہاں پانی کی بہتات ہے پانی وافر مقدار میں ہے، لیکن پانی کے اٹھانے کے لئے بھی تو بجلی چاہیئے۔ وہ بجلی ہمیں کبھی بھی حاصل نہیں ہو رہی اگر ہوتی بھی ہے تو اتنے ریٹ پر ہوتی ہے کہ ہم اس کو بالکل برداشت نہیں کرسکتے۔ میرے اپنے صوبے کی بات ہے جہاں پر ہائیڈل پاور 8 پیسے یونٹ پیدا ہوتی ہے لیکن وہ ہم کو پچاس گنا ریٹ پر ہمیں ملتی ہے اس میں ش

نہیں ہے کہ واپڈا۔اس وقت فیڈرل گورنمنٹ کے پاس ہے اور اس کا 1973ء میں فیصلہ ہوا تھا کہ یہ شعبہ اپنے صوبے کو جائے گا۔ یہ کوئی فیڈرل سبجیکٹ نہیں ہے کہ واپڈا فیڈرل حکومت کے پاس رہے۔ اور میرا صوبہ میں سمجھتا ہوں ارزاں سے ارزاں ریٹ سے اپنے لوگوں کو سوات میں، دیر میں، کرم میں، ٹوچی میں ہر جگہ پر سستے داموں پر بجلی دے سکتا ہے۔ کیوں نہ وہ لوگ آباد ہو جائیں یہاں تو یہ ہے کہ ہم قصداً دیدہ و دانستہ ان لوگوں کو زراعت سے محروم رکھنا چاہتے ہیں تاکہ مہنگی بجلی ان کو میسر ہی نہیں آتی۔ ان کو بجلی ملتی ہی نہیں ہے ملتی ہے تو اتنے دام پر ملتی ہے کہ وہ اس کو برداشت ہی نہیں کرسکتے۔ تو میں حکومت کو اور اس ایوان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جہاں بجلی اتنی سستی بنتی ہے تو کم از کم ان لوگوں کو تو بجلی سستی ملنی چاہیئے۔ تاکہ وہ باغات لگائیں۔ وہ زراعت کریں تاکہ وہ معیشت بڑھائیں اور وہ سوات کا آدمی کراچی میں بوٹ پالش کے لئے نہ جائے۔ اور شہروں پر یہ بوجھ نہ بڑھے۔

اس کے علاوہ جناب والا! ایک اور طرف بھی آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہ pesticides اور insecticides جو ہمارے ایگریکلچرل فیلڈ میں استعمال ہوتی ہے یہ اتنے غیر محتاط انداز سے استعمال ہوتی ہے اور اتنی بے دریغ استعمال ہوتی ہے کہ ہمارے ہیاں environmental pollution اس سے ہوتی ہے میں آپ کو کیا بتاؤں کہ دریاؤں سے مچھلی ختم ہو رہی ہے۔ دریاؤں میں مچھلی بالکل ہے ہی نہیں ہے۔ ان کی نسلیں ختم ہوگئی ہیں۔ کسی نے سابقہ دور میں پلاننگ تو کی نہیں تھی کہ وہ چار سو فٹ دیوار تربیلہ کی بنے گی تو مچھلی کا کیا ہوگا۔ وہ انڈا کہاں دے گی وہ بچے کی کیا۔ کسی نے یہ پلاننگ نہیں کی وارسک کا یہی حال ہے۔ تربیلہ کا یہی حال ہے۔ اس کے بعد یہ pesticides کا بے دریغ استعمال کہ جہاں کوئی احتیاط نہیں برتا جاتا۔ اس سے یہ ہو جاتا ہے کہ وہ جانور وہ insects جو مرتے ہیں پانی کے بہاؤ میں جاتے ہیں، یہ مچھلیاں اس کو کھاتی ہیں، وہ poisons ہو جاتی ہیں وہ مر جاتی ہیں۔ یہ نسل ہی بالکل ختم ہو رہی ہے دریاؤں میں، میں حکومت کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کچھ اس رخ پر بھی وہ سوچے۔

اس کے علاوہ جناب والا! میں نے یہاں ایک اور بات آپ سے عرض کرنی ہے کہ دو ہی تو فیلڈ ہیں یا صنعت ہے یا کامرس ہے یا زراعت ہے۔ ہماری معیشت کی یہ تین ہی تو چیزیں ہیں۔ انڈسٹری ہم کسی کے ساتھ نہیں compete کر سکتے باہر کی دنیا کے ساتھ۔ زراعت ہمارے پاس اتنا ہے۔ خدا نے soil sun دیا ہوا ہے۔ زمین دی ہوئی ہے اور vegetation کے لئے جس چیز کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

جناب والا vegetation ! کے لئے تو بنیادی طور پر تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ soil ہے sun ہے اور water ہے۔ sun ہمارے پاس ہے۔ ہر وقت سورج چمکتا ہے۔ زمین

ہمارے پاس ہے اور واٹر دینا یہ حکومت کا فرض ہے۔ جب دریا بھی ہیں۔ ڈیم بھی ہیں۔ سب کچھ ہے تو یہ حکومت کا فرض ہے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک اور طرف بھی حکومت کو توجہ دینی چاہیئے۔ کہ ہمارے یہ جو زرعی ادارے ہیں ریسرچ کے، زرعی تحقیقاتی ادارے ہیں۔ یہاں اسٹبلشمنٹ پر ہمارے کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں لیکن تحقیقات پر صرف چند لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحقیقاتی ادارے، یہ زرعی یونیورسٹیاں صرف employment exchange جیسا کہ کچھ لوگوں نے اپنے لئے رکھا ہوا ہے ہونا یہ چاہیئے کہ آج کی دنیا میں کہ ریسرچ پر زیادہ رقم خرچ ہو اسٹبلشمنٹ پر کم خرچ ہو۔ کروڑوں روپے اسٹبلشمنٹ پر خرچ ہوتا ہے اور چند لاکھ روپے تحقیقات پر کیسے تحقیقات ہوگی۔ ہم کیسے آگے جائیں گے اور ملکوں کے ساتھ ہم کیسے compete کریں گے۔ تو میں آپ کی وساطت سے، اس ایوان کی وساطت سے چند یہ امور تھے جو میں نے عرض کر دیئے کہ ان پر سوچا جائے۔ مہربانی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ جناب ابراہیم صاحب۔ چونکہ یہ subject It is vital important do have a point of order. جو ہے matter

سید عبداللہ شاہ: جناب چیئرمین! میں نے by the way یہ جو ترجمہ ہو رہا ہے ادھر فون پر سنا۔ ابراہیم صاحب کی تقریر کا تو بہت ہی غلط ہو رہا تھا میں نے کہا اگر کوئی اور جو غیر ملکی یہاں آئے اور یہاں بیٹھ کر سنے گا تو
he will not understand what we are taking about, 0

Mr. Presiding Officer: I think this is a perpetual complaint by every body. In fact ↑ think the matter will be passed on to Secretary General and he should look into it.

I think it is of a great important are in fact vital important for Pakistan. اور نا ہی وزیر مزکور یہاں پر تشریف فرما ہیں اور محرک بھی نہیں ہے۔ I defer this debate for the next Private Members Day and this House is adjoruned.

جناب منظور احمد گچکی: یہ جو جبار صاحب کا موشن ہے بہت اہم ہے جناب۔

Mr. Presiding Officer: Now we should take it up again I think Jabbar Sahib has alrady talked to the Minister concerned and they have come to an agreement.

جناب منظور احمد گچکی: وقت بہت ہے۔

Mr. Presiding Officer: Any how the House is adjourned and will reconvene tomorrow Monday the 22nd February at 10.00 a.m.

Thank you.

[The House adjourned to meet again at 10.00 A.M. in the morning on Monday, the 22nd February, 1993].

PCPPI—330 (96) Senate—14-3-96—180.